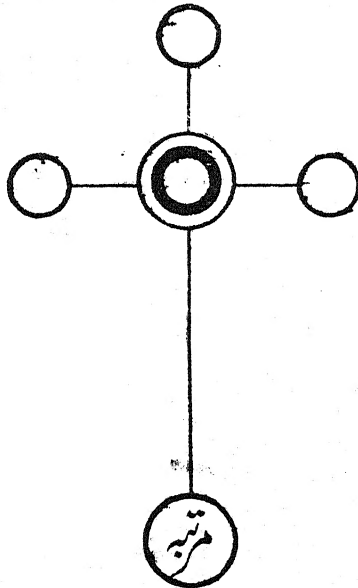


اردو زبان کے اچھے اشعار

بہ لحاظِ حرفِ تہجی



سید محمد عسکری باقری

MS. A. 11. 40.
388

نام مرتب :- سید محمد عسکری باقری
ڈپٹی کلکٹر مظفر

باقری منزل 35-1-22 نور خاں بازار

حیدر آباد ۲۲-۱ بی انڈیا

کتابت :- میرزا عادل نجی

مطبع :- اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدر آباد

تعداد :- (۵۰۰) سنہ اشاعت جنوری ۱۹۹۰ء

ملنے کے پتے

(۱) مکان مرتب :-

(۲) سلمان بک سنٹر دار الشفاء

حقوق بکری سید محمد عسکری باقری
قیمت ۱۵ روپے

اب بھی داغِ رفتہ بہار ہے عرش پر ان کے کھینچا ہے مرا تھکے داماں اپنا آرزوئے چشمہ کوثر نہیں ایک دن ہاتھ لگایا تھا تھے امن کو ارض سما کہا تری وسعت کو پا کے اقرار میں کہاں ہے انکار کی یہ خوبی اک میں فار تھے آنکھوں میں سمجھی کے سوجھے ایک جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ ہے ان گل خوں کی قابض ہے یوں ہو ہیں آگے کوئے کیا کریں دستِ طمع دراز اٹھتے نہیں پلک سے تاہم تلک بھی آدیں اتنی نہیں ہے دیدہ ورائی کہ غیر سے ایک دم بھی نہ ملا ہم کو فساد اگر کہیں تو کسی کو نہ اعتبار آئے	گو آسمان نے خاک میں ہم کو ملا دیا کیا کروں گونہ کروں چاک گریبا اپنا تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا اب تلک ہر خجالت گریبان کے بیچ میرا ہی ل ہے کہ جہا تو سما کے ہمناے شوق غالب اسکی نہیں نہیں پر بلبل خوش رہا اب تم گل و گلزار کے ساتھ دائیں کے چاک اور گریبان کے چاک میں جس نگے چلکتی پھولوں کی ڈالیا ہیں وہ ہاتھ سو گیا، سر ہا دھڑے دھڑے پھرتی ہیں ونگا ہیں پلوں کے سائے آنکھیں لڑائیے ہیں آنکھیں دکھائیے اس دل بے قرار کے ہاتھوں کہ ہم کو راہ میں اک آشنائے لوٹ لیا
---	---

میر تقی میر

.. ..

دلی اورنگ آبادی

حائم

خواجہ میر درد

میر تقی میر

.. ..

شیخ قیام الدین قاسم

میر تقی میر

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

.. ..

میر غلام حسن

تغیر اکبر آبادی

آپی کیا ہے اپنے گریبا کو ہم نے چاک	آپی سیاسیانہ سیا پھر کسی کو کیا	نظر اکبر آبادی
امند کے آنکھ سے اکبار بہہ چلے آنسو	منشی ہشی میں جو ذکر و دراع یار آیا	خواجہ حسن
اک تو تھا آتش سوزاں بدنِ سرخ ترا	شعلہ بر شعلہ ہوا پیر بنِ سرخ ترا	خواجہ حیدر آتش
ایک شب بلبل بیتاب کے جاگے نہ نصیب	پہلے گل میں کبھی خار نے سونے نہ دیا	" " "
امانت کی طرح رکھا زمینِ روزِ محشر تک	نہ اک موکم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا	" " "
آئے بھی لوگ سیکھے بھی اُنھیں کھڑے ہوئے	میں جا ہی صوندِ معاشریٰ میں ہ گیا	" " "
اس ہلکا جاں آتش دیکھنے کیونکر بیٹھے	دل کو آئینہ نازک دل سے نازک خوئے دست	" " "
اس قدر اہل جہا کو ہے محبت زر کی	پیٹ میں مار تے سونے کا جو خنجر ہوتا	" " "
اے اہل ایک دن آخر تجھے آنا ہے دلے	آج آتی شبِ فرقت میں تو احسا ہوتا	امام بخش ناسخ
تو بگھیر کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے	مرے بھی چن نہ پایا تو کدھر جائیں گے	ذوق
اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات	رو کر گزار یا اسے ہنس کر گزار دے	"
آغند لیب مل کے کریں آہ و زاریاں	تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہا دل	رند بکھنوی
صدادی کبہ میں ناقوس دیر میں پھونکا	کہا کہاں ترا عاشقی تجھے پکار آیا	رضا برق
نقشِ پاکے سجدے کیا کیا کیا دلیل	میں کو چہ رقیب میں کبھی سر کے محل گیا	مومن خاموش
اللہ دی گری بہت و بت خانہ چھوڑ کر	مومن چلا ہے کعبہ کو اک پار سا کے ساتھ	" "
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی	" "

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
 اسیر کر کے ہیں حکم دے گیا صیاد
 ازل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
 ان حسنیوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
 اپنی جیلوں میں ساکن مازی ہشتیا
 اس چپ میں کہ کوئی نہیں سننے والا
 اگر حد سے گزریں تو بیشک حرام
 اتر گئی سہر بازہ شیخ کی گہری
 اہل عشر دیکھ لوں قاتل کو تو پہچان لوں
 اگر کچھ رو میں انجم آسمان تیرا ہے یا میرا
 اے طائر لاہوتی اس رزق موت اچھی
 آمین جو انمرداں حق گوئی و بیباکی
 اے بادِ بیابانی مجھ کو بھی عنایت ہو
 آئینہ میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
 اتر آئے آئینہ میں چڑھتے تھے میرا منہ
 اک معصوم ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ
 نفس ہوتنگ تو انکے نہ بال پر رکھنا
 اک جان کا زیاں ہے سوایا زیاں نہیں
 ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستا نادل کا
 اک بزرگ آتے ہیں سجد میں خضر کی صورت
 و نہ کہنے کو میرا لب گویا ہم ہیں
 جو تھوڑی سی پی پی لی تو کیا ہو گیا
 گرہ میں دامن نہ ہوں ادھار پی ہو گیا
 مجھ کو بھالی شکل تھی اور کچھ بھلا نام تھا
 مجھے فکر جمالیوں ہو جہا تیرا ہو یا میرا
 جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
 اللہ کے شیروں کو آتی نہیں دباہی
 خاموشی دل سوزی مسرتی در عنائی
 آیا مرا خیال تو شراب کے رہ گئے
 دیکھا مجھے تو جھینپ گئے منہ چھپا لیا
 زندگی کا ہے کوئی خواب ہے دیوانے کا
 فانی بدایونی

ایسا نہ ہو یہ دردِ دلِ زوال	ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوانہ کر سکو	تبسم
انہیں دیکھا تو زاہدؔ کہا ایمان کی یہ ہے	کہ اب انسان کو سجدہ و اہونے کا وقت آیا	بشیر
آنکھوں میں ہے اک گورِ غریبانِ تمتا	ہر آنکھ میں اک شوق کی تربتِ نغرائی	آندازِ انصاف
اونک پاش تجھے اپنی ملامت کی قسم	بات تو جیسے ہے کہ ہرزخم نکلاں ہو جا	شاہِ ہند و افغان
ادائے سن نے بخشی ہے طاقتِ پرواز	مجھے شوق میں اڑتا ہوں بالِ دہر نے کہا	احمد میر کا گوری
آزادی کی دھویں ہیں شہر ہیں ترقی کے	ہر گام ہے پسپائی ہر وضع غلامانہ	صدیقِ مجنوں
امید تو بند جاتی تسکین تو ہو جاتی	وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا	جبراع حسن حسرت
اک عشق کا غم آفت اور اس پہ یہ آفت	یا غم نہ دیا ہوتا یا دل نہ دیا ہوتا	۔۔۔
انکھ تھارتیؔ اور سستی کا پیمانہ بھی	ایک جھلکتے سا غریبؔ بھی ہے مینا بھی	ساعرِ نظامی
اک بار مجھے عقل نے چاہا تھا بھلانا	سو بار جنوں نے تری تصویر دکھا دی	ماہرِ نقادری
اک لنشِ نگاہ میں اللہ یہ خلش	نشر کی نوک جیسے کلیجے میں ٹوٹ جا	عندِ تیب
آنکھ میں آنسو لب پہ خموشی	دل کی بات اب راز کہاں ہے	ماہرِ نقادری
ان لبوں کو تھا گستاخیوں کا حوصلہ	ہم نے مانا عمر بھر وہ ہم کو ترسا مانا	اختر شیرانی
انہیں کو غمیؔ فاکا تھا اشتیاقِ بہت	ابنی کو عرضِ وفا مانا گوار گذری ہے	جو ادلی عابد
اک فقط مظلوم کا نالہ رسا ہوتا نہیں	اے خاں دنیا میں تیری ریت کیا ہوتا نہیں	بالِ مکہ عرش
اک شہر میں اک آہوے خوش چشم سے ہم کو	کم کم ہی سہی نسبتِ پیمانہ رہی ہے	مخدوم محی الدین

اس عہد میں بھی دست کو تین کے پاور صفت
 آنسوؤں کو بھی پیا جرعہ صہبا کی طرح
 ابھی آزادی انسان ہے فریب انسان
 اتنا بھی ہوش کس کو مری جستجو میں تھا
 اے موجِ بلا! الکو بھی ذرا دچا پھیرے بلکے سے
 اک ایسا راز دیا ہے مجھے چھپانے کو
 اپنی ہستی کی حقیقت کیا میں دینا چھونک
 ان کی معصوم اداؤں پہ نہ جانا اے دل
 اٹھ کر تو آگئے ہیں تری یزم سے مجھ
 اللہ اللہ کس قدر نازک ہے وہ دورِ حیات
 اک فصلِ گل کو لیکے نئی دست کیا کریں
 اک عقیدت ہے وضع داری ہے
 آنکھوں کی تینڈل کا لکڑی خواب ہو گیا
 آگ بھی ان گھروں کو لگتی ہے
 ان کا ذکر ان کی تمنا ان کی یاد
 اکثر یہ زخم ترکِ محبت خدا گراہ
 بہ کجا پہ انکی جو کی تھی سو کھی ہے
 ساغر و جام بنے دیدہ پریم کیا کیا
 دل انسان، نشانہ وہی انسانوں کا
 کب سے چہرہ کا کے گردش دوران گذر گئی
 کچھ لوگ ابھی تک حل طوفانِ نظارہ کرتے ہیں
 جسے ہ چاہیں تو خود بھی چھپا نہیں سکتے
 کاش کہ بجا وہ سوزِ غم جو پڑ انوں میں ہے
 سادگی میں بھی قیامت کا فسوں ہوتا ہے
 کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے ہیں
 جس میں پھولوں پر کھی شبنم لگا پڑے
 اتنی جو فصلِ گل تو گریہاں بھی چاہئے
 بے وفا سے نباہ کرتے ہیں
 میں سوچتا ہوں یہ بھی کوئی زندگی ہوئی
 جن گھروں میں چراغ جلتے ہیں
 وقت کتنا قیمتی ہے آج کل
 گزرا چلا گیا ہوں دیارِ حبیب سے

محمد حمی الدین
 اختر انصاری
 شاہد عزیز ریش
 روش صدیقی
 حسین حسن جذیبا

.. ..

.. ..

آل احمد سرور

فیض احمد فیض

کامہ کا گراں و گونا

شیم ج پوری

حبیب احمد بھٹی

روحی آبادی

احمد دانش

اقبال صفی پوری

شکیل بدایونی

.. ..

.. ..

ان کا آنا حشر سے کچھ کم نہ تھا	اور جب ملے قیامت ڈھا گئے	نثار احمد نثار
اے حریص میکہ خونِ زندگی نہ پی	تو شراب اگر پیے تجھ کو پارسا کہوں	نثار واعدی
اغیار کو گل پیر مہنی ہم نے عطا کی	اپنے لئے پھولوں کا کفن ہم بنایا
اک نیم تبسم سے ہوتا ہے چمن زندہ	یعنی نفیسی سیکھے غنچہ دہنی پہلے
اہلِ کمال کا ہے پتہ تیرگیِ غم	ڈھونڈو میں چراغِ اندھیر جو گھر ملے
آنا ز محبت اور لڑکھانچہ نکلا جانا	جیسے کنی الٹرا کا پھل دھنکا جاسر کا جانا
آگے جہینِ شوق تجھے اختیار ہے	یہ دیر ہے یہ کبہ ہے یہ کوئے یار ہے	خار
اے دوست آجھی جا کہ میں تصدیق کر گویا	سب کہہ رہے ہیں آج فضا خوشگوار ہے	..
ایک کوزہ میں سما جائیگا دریا کیونکر	کس طرح رکھے لفافہ میں تمنا بھیجوں	ادا جعفری
اے دوست ہم نے ترکِ محبتِ باوجود	محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی	رضا ناصر
آئی تھی چند گام ہی بیوفا کے ساتھ	بھر غم بھر کو بھول گئی زندگی ہمیں	جاوید کمال
آنکھوں کا تو کام ہی ہے رونا	یہ گریہ بے سبب ہے پیارے	
اے بادِ صبا ہم تو جب جانیں بہا آئی	سوسن میں ہو گویا نئی ترس میں ہو بنیا	رشید کوثر

ب

بلند آواز سے گھر ڈیال جتنا یہ غافل
 بے وقایتی کچھ نہیں تقصیر
 مال و پرکھی گئے بہار کے ساتھ
 بنجوری میں ہم تو تیرا در سمجھا جھک گئے
 بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
 بے نیازی سے فریب بہت عیار نہ دے
 بتوں کو چاہے ہم تو عذاب ہی میں رہے
 بات بھی آپ کے آگے نہ زباں سے نکلی
 بت کریں آرزو خدائی کی
 بندگی میں بھی وہ آزاد وہ خود ہیں ہم
 یک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
 بے عذر وہ کر لیتے ہیں عذریہ سمجھ کر
 بت کو بت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں
 بات کرنی تک نہیں آتی نہ تھی

کئی یہ بھی گھری تجھ عمر اور تو نہیں جتنا
 تجھ کو میری وفات ہی اس نہیں
 اب توقع نہیں رہائی کی
 اب خدا معلوم کعبہ تھا کہ وہ بیتخانہ تھا
 جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا
 ہم نہ مانیں گے خدا صورت انسان ہو گا
 شبِ فراق کئی روز انتظار آیا
 لیجئے آئے تھے ہم سوچ کے کیا کیا دیں
 شان ہے تیری کبریائی کی
 اُلٹے پھر آئے در کعبہ اگر روانہ ہوا
 کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
 یہ اہل حروت ہیں تقاضہ نہ کریں گے
 ہم بھی کہیں کہ تجھے کچھ کیا کہتے ہیں
 یہ ہمارے سامنے کی بات ہے

محمد شاہ کراچی
 سید محمد میراثر
 میر
 طالب جے پور
 آتش
 رحیم الدین جہا
 وزیر علی بک
 محمد بن بک
 سید خاندان
 غالب
 شیفتہ
 داغ

برق نے اک طرزِ مینائی مریکھا تو کیا
 بلایا موت کو بیروں میں التجا کر کے
 بند کی آنکھیں تو پایا تھکواے پردہ نشین
 بات ساقی کی نہ ٹالی جائے گی
 پچھن ہی یہ کہتے ہیں انداز آپ کے
 بلا سے ہو پا مال سارا زمانہ
 باغیاں نے آگ دی جب آشیانے کو مگر
 باغ بہشت مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
 بے خطر کو درپڑ آتشِ خرو میں عشق
 بزمِ انیسار میں ہر حید وہ بیگنا ہے
 برق کو ایر کے دان میں چھپا دیکھا ہے
 بھلا وہ خاطر آزرہ کی تسکین کیا جا
 بلا تقصیر مجھ سے کھنچ گئے یہ آنکھیں اچھا
 بری ہر شے نہ بد کی جگہ بدلنے سے
 بھون کے حال پوچھتے ہیں تاک تو بہنے دو
 بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا
 سینکڑوں تپاں ہیں ایسی خاطرِ ناشاد میں
 خدا کے پاس چلا ہو خدا خدا کر کے
 وسعتِ حدِ نظر سے دور لیکن دل کے پاس
 کر کے توبہ توڑ ڈالی جائے گی
 جوابِ دل ہیں وہ ہمیں لبرِ نبائیں گے
 نہ آئے تمہیں یاؤں کھنا سنبھل کر
 جن پہ تکیہ تھا وہی تپے ہوا دینے لگے
 کارِ جہاد راز ہے اب مرا انتظار کر
 عقل ہے محو تماشا لبِ بامِ ابھی
 ہاتھ آستہ مرا پھر بھی دیا کر چھوڑا
 ہم نے اس شمع کو مجبورِ حیا دیکھا ہے
 جنہوں نے خود کافی خود پری زندگی بھر کی
 عدوئے تکلف مل گئے یہ سادگی اچھی
 چمن میں آگے بھی کانٹا نکلا ہے نہ سکا
 جس سے بچنے چینی دل کی ایسی تسلی رہنے دو
 خدا کے گھر تو کوئی بندہ خدا نہ گیا
 جس سے بچنے چینی دل کی ایسی تسلی رہنے دو
 جس سے بچنے چینی دل کی ایسی تسلی رہنے دو

بس ایک سایہ دیوارِ یار کیا کم سے
 بجھتی ہی نہیں اب کسی صورت سے میری
 بہت سہیں سہی صحتیں گلوں کی مگر
 بڑی دولت ہے دنیا کا کسی پرہیز مانوتا
 بہت قریب کہیں سکر رہا ہے کوئی
 بہت لطیف میں کیفیتیں حجت کی
 برقِ ناحق چن میں ہے بدنام
 بنجود ایسا کیا خوفِ شبِ رہنمائی نے
 ہلکی ہلکی نگہ نازِ خدا حیر کرے
 بہار آئی ہے بلبیلِ دردِ دل کہتی ہے پھولوں
 بہار میں سمٹ آئیں کھل جائیں کلیاں
 جھلکائی لے شامِ غربت ہر ایک نقشہ ہر ایک صورت
 لئے خون آتی ہے صحرائے تمنا سے مجھے
 برق تھا اضطرابِ دل لیکن
 بادہ کشی حرام ہے یا زندگی حرام
 بے صحبتِ خسار اندھیرا ہی اندھیرا

اٹھائے سر سے سایہ آسمان اپنا
 شاید مراد مقصد ہی میری تشنہ لبی ہے
 وہ زندگی ہے جو کانٹوں دریا گذرے
 مگر دنیا کی دنیا ہے کی ہریاں کتبک
 رگِ جنوں ہے رگِ گل ہے یارِ گِ جان ہے
 وہ بوا ابوس ہے جو کرتا جیبِ من چاک
 آگ پھولوں نے خود لگائی ہے
 صبح سے صبح جلا دی تر سودائی نے
 من میں عشق کے اندازِ خدا خیر کرے
 کہہ تو میں بھی اپنا دردِ دل تم سے بیاں کر لوں
 جو ہو تم چمن میں کبھی مسکرا دیں
 بہار آنکھوں میں لیکن ایک فروغِ صبحِ وطن ہے باقی
 کھیلنا ہوں دلِ حشی کا سکار آج کی رات
 آرزوؤں کا باغِ حل نہ سکا
 تصدیق کرو ہاں غمِ روزگار سے
 عیدِ الحمد عدم
 گوجام دی ہے وہی میخانہ وہی ہے
 محمد مصطفیٰ الدین

بھولے تو نہ ہوں گے وہ تجلی کی حکمت
 بہر حالت بتوں کو پوچھتے ہیں
 بہت مشکل ہے دنیا کا ستورنا
 باغ رشک، تنہا روی پر و شوق
 بس ایک موج تبسم بس کہ فریبِ نشا
 باغبان ہوش کہ پریم ہے خراجِ گلشن
 بحرِ ترے کوئی موضوعِ گفتگو نہیں
 بھٹک رہے ہفت لکوں میں کاوانِ خیال
 بہارِ جب بھی چین میں دیئے جلاتی ہے
 بڑی امید لگائے ہوں شلم غم سے مگر

بڑی امید لگائے ہوں شلم غم سے مگر
 یہ دلتے ہیں شکستِ ظفر نیک ہاتھ میں

وہ تذکرہ داغِ جگر یاد تو ہوگا
 بہر صورت بہار بھی خدائے
 تری زلفوں کا بیجِ خم نہیں ہے
 ہم سحر کوئی نہیں دوری منزلی کے سوا
 خزاں نصیب بہار کی زندگی کیا
 ہر کلی ہاتھ میں تلوار لے پھرتی ہے
 عجیب حال ہے ترکِ تعلقات کے بعد
 بس اب خدا کیلئے کاٹیں ستوار و بھی
 ہجومِ گل سے مجھے تیری آنخ آتی ہے
 جو شامِ غم بھی بسر ہو گئی تو کیا ہوگا
 ہزار اد بکھنوی

جو شامِ غم بھی بسر ہو گئی تو کیا ہوگا
 انہی ہاتھ کٹ کر جا اگر ہاتھ ایک ہاتھ میں

پ

پگڑی اپنی سنبھالے گا سیر
پایا ہے مرے دل نے محبت کے صلہ میں
پتہ پتا بولتا بولتا حال ہمارا جانتا ہے
پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
پھول تو دودن بہار جانفزا دکھلا
پاس میں کفر میں رہا ملحوظ

پکڑے جا ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
پتہ پتا تھا دام سخت فریب آشیانے کے
پلا دے اوکے ساتی جو منہ سے نفرت ہے
پھر کسی کام کا باقی نہیں رہتا انسان
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش عقل
پہنچی پہنچی شیخ ویرمن کی گفتگو
پرانے اپنی آگ میں جل کر ہوئے تمام
پیر ابن خوشی وضع سے آتی ہے لپٹ سی

اور بستی نہیں یہ ولی ہے
زخموں سے مہکتا ہوا گلزارِ تمنا
جانے جاگل ہی جا بیاغ تو سدا جانتا ہے
اس شوقی میں عزتِ سات بھی گئی
حسرت ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے
بت کو پوچھا خدا خدا کر کے

ذوق
محمد خاں لکھنوی

آدمی کوئی ہمارا دم تھری بھی تھا
اٹنے نہ پاتے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
پالہ گر نہیں تیا نہ دے شراب تو دے
سچ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے
عشق گر مصلحت اندیش ہو تو خام بھی ہے
اب میکہ بھی سیر کے قابل نہیں رہا
اب کوئی بارِ خاطر محفل نہیں رہا
لبوس سے خوش ہوئے بد نگہیل رہی ہے
اقبال آبادی
اقبال لاہور
اقبال احمد سہیل
ایں نگاہِ گلستا
فراق گورکھ پوری

ہائے صنم اور جبینِ حرم نواز
 تو چھنے والے بھری ازم میں قاتل کو نہ پوچھ
 پھر بلا بھیجا ہے بچوں کو گھسانوں سے
 پھر مردگی لگا پہنسی جب کوئی کلا
 پیو کہ مفت لگا دی ہے خونِ دل کی کشیدہ
 پھر نکلا دیوانہ کوئی پھونکے گھر کو
 پی لیا کرتے ہیں جینے کا تمنا میں کبھی
 پھر وہی اختر شماری کا نظام
 پھیلے ہوئے شیثوں سے دل کتنے بنا ہیں
 پستی زمین سے ہے رفعتِ فلک سے قائم
 پھیلا فضا میں نغمہ زنجیرِ مرجب
 پھر لیٹ کر تنگاد نہ آئی

ت

جن شاعروں کے نام کے نیچے لکیر لگائی گئی ہے ان کے وہ اشعار
اور بھی زیادہ اچھے ہیں ویسے یہ تمام اشعار خود منتخب ہیں۔

خواجہ میر درد	جس لئے آئے تھے سوہم کر چلے	تہمتیں چننا اپنے فے دھڑ چلے
میر	بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کر	تناسب پر اعضا کی اتنا تختہ
انشاء	گردن پہری اس بتِ مخمور کی گردن	تب عالمِ مستی کا مزہ ہے کہ پُری ہو
ظفر	ہم نے تمہاریاد میں سب کچھ بھلا دیا	تم نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں
غالب	اس میں کچھ شائبہ خوبی نقدِ میر بھی تھا	تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا ٹکڑہ
غالب	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا	تم مے پاس ہوتے ہو گو یا
امیر تقی	اٹھا لیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر	ترپتی دیکھتا ہوں جب کوئی شے
غالب	ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے	تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
غالب	دو قدم کو چہ رسوائی ہے	تھک کے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنوں
سے	سو سوالوں سے یہ ایک سوال اچھا ہے	تجھ سے انگلیوں میں تمہی کو کہ سمجھی کچھ مل جائے
حالی	برقع ہے اور ذوقِ گنہ یا سزا کے بعد	تو عزیرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محنت

کرکرم کے معاملہ کو تم سے کرم ہی یہ چھوڑنا
 تری برق تلخی کے چلن ہم سے کوئی پوچھے
 تم جو چاہو تو مرے درد کا درماں ہو جاؤ
 تیرے بغیر تلخی کام و دہن حرام
 تری طفر سے یاد توں فریب و قاف
 تم تو ہمیں کو کہتے تھے تم کو یہ کیا ہوا
 تشنگانِ ذوق! اس صحرانے مٹی الگ
 تیرے نفوس سے لگ لگ میں تر تم پیدا
 تمناؤں کو زندہ آرزوؤں کو جواں کر لوں
 تم افسانہ قیس کیا پوچھتے ہو
 تخلیق کائنات کے دلچسپ جرم پر
 تم جفا پر بھی تو نہیں قائم
 تری نظر گدلوں کے چراغ جل اٹھے
 یوں کی خبر کہا جو ہو پرہ درہ نظر کہاں
 ہمیں رہا سر جھنا پڑ گیا ہے
 تکیں دل غزوں پہی رہی سسکی افرام بھی گئے

مروفاں رکڑے مری فنا کا حساب کر دے
 چمکتی ہے تمہیں لیکن کہیں معلوم ہوتی ہے
 مشکل ہے مشکل مری آساں ہو جائے
 دردِ جگر ہے لذتِ دردِ جگر نہیں
 دل حزین مگر اب بد گمان ہے مجھ سے
 دیکھو کنول کے پھولوں سے شبنم چھلک نہ جا
 پاؤں روتو الٹا ہے سمندر سامنے
 عشرتِ روح ہے ظالم تری آواز نہیں
 یہ شرمیلی نظر کبھی تو کچھ گستاخیاں کر لوں
 ادھر آؤ ہم تم کو لیلیٰ بنا دیں
 ہنسا تو ہو گا آپ ہی نیرواں کبھی کبھی
 ہم وفا عمر کبیر کریں کیونکر
 انہیں چراغوں سے دنیا نے روشنی پائی
 ہیں ہزار نظر کلتا نہیں ایک محرمِ رنگ و بو
 ہماری بیکسی کی انتہا ہے
 اس سسکی کر کو کیا کہئے بھلا بھی ترپا بھی گئے
 حجاز

حفظہ جالندھری
 منشی خیر آبادی
 شاہ سید اونی
 ڈاکٹر محمد بن ماسٹر
 غنڈیہ شادانی

عبد الحمید عظیم آبادی

واقعہ بریلوی
 شاد غازی

تری نقول کو کیا سلجھاؤں اے دوست	مری اہلوں میں سیح و خم نہیں ہیں	میں اکبر آبادی
لنگ و تازہ پیہم ہے میراثِ آدم	مرے منظر کچھ جہاں اور بھی ہیں	ساحبِ صوفی
تسلیم ہے عبادتِ ہوش و خرد مگر	جنے کے واسطے دلِ نادان بھی چاہئے	”
تیری منزل پہ پہنچا کوئی آسان نہ تھا	سرِ عقل سے گزرے تو یہاں تک پہنچے	حقیقۂ شہرِ پوری
تجربہ ہے کہ دشمنی اکثر	دوستی کے لہو سے ملتی ہے	احسانِ دانش
تمام وسعتِ کونین کو ڈبو دیں گے	چھلکے جو کہیں اس نظر کے پیمانے	اقبالِ صوفی
تیرے قریب سے گزرا ہوا اس طرح کہ مجھے	خبر بھی پہونہ کی میں کہاں گزرا ہوں	جگن ناتھ آزاد
تو نے وہ سوز دیا ہے کہ الہی تو بہ	زندگی آگ کے شعلے میں بسر ہوئی ہے	نثارِ اداوی
تراکام سیرِ عالم ہے لگ لگتاں میں ہے ٹھہرنا	یہ کلی کلی کے قریب میں کہاں ہے باوجودِ پری	نثارِ واحدی
تمہاری رخی نے لاج رکھ لی بادۂ خانہ کی	تم آنکھوں پر لادیتے تو میخانے کہا جاتے	قیس شفقائی
تصویر بنا ہوں تصویر نہیں بنتی	اک خواب دیکھا ہے تعبیر نہیں بنتی	خامد باد بکوی
تایخ کائنات عبارتِ جنوں سے ہے	عنوانِ عقل و ہوش، دیوانگی کی بات	پیامِ فتحپوری
تیری دنیا کیلئے ہوش و خرد ہیں درکار	ہم مگر ہوش و خرد ہی خفا رہتے ہیں	شیو پراجا وید
تمہیں پتا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا کم ہے	کہ کچھ حسِ خواہشوں کے کرجی لیا میں نے	ساحرِ لدھیانوی
نصفِ عصمتِ کونین اس مخدوبِ الفت پر	جو ان کا غم چھپا اور خود بدنام ہو جا	صنوبر خاشتری
تری نگاہ سے آخر عطا ہوئی دل کو	وہ اک خلش کے غم دو جہاں سے ملتی ہے	سیف الدین سیف

تیری زلفوں کو چھیرتی تھی صبا
 تیری قرآن کی باتیں کسمپرسی بھولیں گی
 ترک الفت کو زمانہ ہوا لیکن اے دوست
 تنہیزِ خار و گلُ دستورِ گلچیں
 خود پریشان ہو گئی ہو گئی
 منے سے انہیں راتوں میں عمر بھر کے مجھے
 دل میں یادوں کے چراغ اب بھی جلا کرتے ہیں
 نگاہِ باغیاں میں خار بھی ہے
 تو قلب میں آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
 میں جا گیا اب تیری پہچان یہ ہے

ط

کھانی تھی جی میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم | پر کہا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم مومن
 ٹوٹے ہو خوابوں نے ہم کو یہ سکھایا ہے | دل نے جسے پایا تھا آنکھوں نے گنوا یا ہے شکیندر
 ٹیکے جو اشک و لوے نہاد اب ہو گئے | کتنے عجیب عشق کے آداب ہو گئے الطامشہدی

ج

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہیں
 جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق
 جوش جنوں کے ماتھے سے فصل بہار میں
 جگر کی آگ بجھے جس سے جلد دہشتے لا
 جز غم و درد و یاس و رنج و تعب
 جانا ہے سوئے وادی غربت حال زار
 جنوں پسند مجھے چھاؤں، ببولوں کی
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیا کو ملیں گے
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی صفت رات
 جو چپ ہو تو جنوں دل میں جوش کھاتا ہے
 جی چاہتا ہے صفتِ صالح یہوں نشا
 جذبہ عشق سلا ہے تو انشاء اللہ
 جان دینے کے سوا اور کبھی تدبیر کروں
 جہاں تک ہو سیر کی زندگی غالی خیالوں میں

زندگانی کا کیا بھروسہ ہے
 نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم
 گل سے بھی ہو سکی نہ گریبا کی احتیاط
 لگا کے برف میں ساقی صراحی سے لا
 ہم نے دنیا میں آ کے کیا پایا
 اہل وطن معاف ہو میرا کہا سنا
 عجب بہار ان زرد و زرد پھولوں کی
 کیا خوب قیا کا ہے گویا کوئی دن اور
 بیٹھے ہیں تصور جہان کے چوئے
 فغاں کروں تو گریبا دیا دیتا ہے
 بت کو بٹھا کے سنا یاد خدا کروں
 کچے دھامیں چلے آئینے سرکار بندھے
 ورنہ یہ بات تو ہم اس سے سوا کہتے ہیں
 بنا دیتا ہے کمال بیٹھا صفا کمالوں میں

سراج الدین آزاد

نجم الدین آبرو

خواجہ میر درد

انت

ظفر

نواب علی خان

ناسخ

غالب

تثنیٰ کریم

امانت بکھنوی

داع

میر محمد حجر جوح

شاعر عظیم آبادی

جام مٹے تو شکن تو بہ مری جام شکن	سامنے ڈھیر میں ٹوٹے ہوئے سیمانوں کے	رہن تیر آباد
جی اٹھے شتر میں پھر جی سے گزرنے والے	یاں بھی پیدا ہوئے پھر آپ پہ مردالے	” ”
جس دن سے حرام ہو گئی ہے	سے خلد مقام ہو گئی ہے	” ”
جب میں چلوں تو سایہ کبھی اپنا نہ ساتھ	جب تم چلو زمین چلے آسمان چلے	حلیل مانگپوری
جو میں سر بسجود ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا	ترادل تو ہے آشتا تجھے کیا ملیگا نازیا	اقبال
جس کھیت سے دہقا کو میسر نہ ہو روزی	اس کھیت پر خوشہ گندم کو جلا دو	” ”
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں	نیز کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں جاتا	” ”
جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی	کھلتے ہیں غلاموں پر انداز شہنشاہی	” ”
جہاں اہل ایمان رت خوشید جیتے ہیں	ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے	” ”
جنت میں خاک بادہ پرتوں کا جی لگے	نقشے نظر میں صحبت پیرنیاں کے ہیں	حکیمت
جینا بھی آگیا مجھے مرنا بھی آگیا	پہچانے لگا پو تمہاری نظر کو میں	صغر گوڈوی
جوشِ شباب نشہ صبا، ہجومِ شوق	تعبیر یوں بھی کرتے ہیں فصل بہار کو	” ”
جو سر پہ تاج سکندر بھی ہو تو دنیا میں	بشر کو چاہے ہرگز نہ سراٹھا کے چلے	تلکوک چند محروم
جھوٹی ہے ہر ایک مسرت	روح اگر تسکین نہ پائے	جگر مراد آبادی
جاسی شے کی مجھے عشق میں کچھ قدر نہیں	زندگی جیسے کہیں میں بڑی پائی ہے	سراج لکھنوی
جس پر دگی نیچے نگاہیں باتیں نرمی	مخاطب کون کر سکتا ہے تم کو لفظ قاتل	جوش ملیح آبادی

جناب شیخ وضو کے لئے سہی لیکن
جگہ میں نہیں لب پہننے یہ مجبور
جو لوگ جان بوجھ کے نادان بن گئے
جنت میں نہ مئے ہے نہ محبت نہ جوانی
جب فریبِ نیت میں آنے لگا ہوں میں
جو بواہوں سے تھے سب گئے سہم گئے سہم گئے
جلا کر اک چیرا ترک دنیا تو نے اے زاہد
جس کو کہتے ہیں محبت جس کو کہتے ہیں خلوص
جب تھی نا وِ سلام تھی سال کی تنہا سکو تھی
جو آگ لگائی تھی تم نے اسکو تو بھایا اسکو
چہیں خبر نہیں طوفاں کی زندگی کیا ہے
جلکہ جلکہ یہ تھے ماصح تو کو یہ کو دلیر
جب کوئی فتنہ ایام نہیں ہوتا ہے
جب جوانی کی دھوپ ڈھلتی ہے
حق کی دوری میں یہ لڑے کہ بیابانِ دل
جو زندگی کیلئے زہر بھی ہے امرت بھی

چ

چھڑمت باد بہاری کہ میں چونکت گل
چلتے ہو تو جن کو چلے سنتے ہیں کہ بیمار
چشم بد دور عجب خوش قد و قامت ہو
چمن کے دور ما اس قدر نفس میرا
چاکِ نفس کے دیکھ رہا ہوں رخِ چمن
چند تصویرِ تباں چند حسینوں کے خطوط
چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ کافر کا پوجنا
چمکِ گلشن کی برقِ بے اماں معلوم ہوتی ہے
چمن آسکا کہا دل کو خدا ہی جانے
چٹکی جو کی کوئل کی الفت کہانی ختم ہو
چمک نہ اچھی گیتی کے درو کی نہیں کبھی
چراغِ داغ کے دن سے جلا بیٹھا ہوں
چاند تاروں کا کیا پوچھوں دن میرے چہرے
چھپا ہوں غمِ عشق اپنی رگ رگ میں

چھار کے کپڑے اچھی گھر سے نکل جاؤں
چاہے میں بھول بیٹھوں کم آباد و باران
اچھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہو
کہ سوچی اڑ کے نہ مجھ تک گلِ چمن کی بو
صیاد سے نہیں ہوں بال و پر مجھے
بود مرنے کے مرے گھر سے یہ سماں نکلا
چھوڑ نہ خلق کو مجھے کافر کہے بنیر
نفس میں رہے کہ قدر آسماں معلوم ہوتی ہے
دشت سے کبھی ہی دشت ہے جو تھی گھر سے مجھے
کیا کس کہا کیا کس سنا یہ یا زمانہ کیا جانے
ستار مسکراتے کیوں ہیں یہ سہا ہو کر
سنا ہے جو شبِ فرقت سیاہ ہوتی ہے
وہ تو بچار خود میں بھلا کر دیے دیر بھر میں
یہ چاک ہے مرنے اس کا آئینہ تک ہے
نشر کا پوری

چٹک ہی ہے کسی یاد کی کلاں میں
 چپ ہو گئے یوں اسیر جیسے
 چن پہ غارت گلیں سے جانے کیا گزری
 چھلکتے نہ دیکھی جو سا غریب صہبا
 چن کو روند گئے قافلے بہاروں کے
 چاہے تن میں سب جل جائے
 چاہا تھا ٹھوکروں میں گذر جائے زندگی
 چن لٹا ہے خود اہل چن کی سازش سے
 چراغ طور جلادیر اندھیرا ہے
 چن میں کھل گئیں زر گس کی آنکھیں

نظریں نقص بہاراں کے صبح و شام لے
 جھگڑے تھے تمام بال و پر کے
 نفس سے آج صبا بیکرا گزری ہے
 سنا آج ساقی کو ہم یاد آئے
 گلوں کا ذکر ہی کیا خارجہ نہیں باقی
 سوزِ درووں پر آنچ نہ آئے
 لوگوں نے نگاہ سمجھ کر ہٹا دیا
 کلی کلی ہے مگر محو خواب سی پھر بھی
 ذرا نقاب ہٹاؤ بُرا اندھیرا ہے
 بیانِ خواب میں جھنکار بھی ہے
 مہرِ مہرِ الہی
 فضلِ بانیِ صدیقی
 فیضِ احمد فیض
 ہزار لکھنوی
 قتلِ شہنائی
 حقیقتِ میرٹھی
 سالک لکھنوی
 حسنِ کلیم
 ساغرِ صدیقی
 ضیاء الدین

خ

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
 خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھائے
 خوابِ عدم چونکہ تھے ہم تیرے واسطے
 حالِ لبِ آفتِ جا تھا مجھے معلوم نہ تھا
 خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار لکھے ہیں
 خم کے خم تو لندھا کیوں ساتی
 خدا سر و سودا دتری زلفِ پریشان کا
 خوشی سے اپنی رسوائی گوارا نہیں سکتا
 خاروں سے پوچھے نہ کسی گل سے پوچھے
 خوشامدل بیتاب اس تصویر کی کتبک
 خوشنوائی نے کیا ہم کو اسیرِ صیاد
 خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
 خرد کا نام جنوں پر لگیا جنوں کا خرد
 خود عشق کی گستاخی سب تھک سکھا سگی

یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
 جو کچھ دوست سے اپنے ہم دیکھتے ہیں
 آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے
 دامِ دانے میں نہا تھا مجھے معلوم نہ تھا
 آنکھوں میں چاہے جیسے مار رکھے ہیں
 اور یوں ترسیں ایک جام کو ہم
 جو آنکھیں مورتی نظر ہو ایسے شہنشاں کا
 گریبا بھاڑتا، تنگ جب دیوانہ ہوتا
 صد چہن کے لئے کا بلبل سے پوچھے
 یہ بولا چاہتی امیر نہ بولی نہ بولے گی
 ہم سے اچھے ہے صد میں اتنے دے
 خدا بندے سے خود پوچھے تا تیری فاکیا
 جو چاہے آپ کا حسن کر شمع ساز کرے
 اے حسنِ حیا پروردگارِ ششویں شہرِ شریں
 شمس الدین
 جانجانا منظم
 رفیع سودا
 خواجہ میر درد
 بقاء اللہ بقا
 محمد ان نثار
 انشا
 آتش
 انیس
 امیر مینائی
 داغ
 اقبال
 حسرت مولانی

خیال تک کیا اہل انجمن نے کبھی
 خود بھی جی اور مجھے بھی جینے دے
 خاک پروانہ کی براد نہ کر باد صبا
 خوشادہ دور کہ جب مرکز نگاہ تھم
 خاطر جمع سے ہٹا کہ برسم ہوی زلف
 خود اپنا ذوقِ اسیری، پاؤں کی زنجیر
 خوش بھی ہو لیتے ہیں تیرے بقرار
 خلافِ تقدیر کر رہا ہوں پھر ایک تقصیر کر رہا ہوں
 خندہ بر لب ہے جنوں لرزہ بر اندام خرد
 خراماں خراماں موطر موطر
 خلشِ عشق سے چینِ دل اک طرف
 خالی ہے ابھی جام میں کچھ سوچ رہا ہوں
 خدا وہ دن نہ دکھا کہ راہبر یہ کہے
 خوشی وصال کی اب ہے نہ رنجِ تنہائی
 خزاں کی گود میں پائی ہے پرورش میں
 خواب دیکھا کہ آپ میرے ہیں
 خار و زلف پوچھتے تھے گھر سے گھر

دل عشاق کیوں نہ ہو روشن
 دُورِ خجے قبول ہے لے شکر و نیک
 دامنِ داغ تیغِ جود سہویا تو کیا ہوا
 دل کے ٹکڑوں کو بے لعلِ پیچ لے پھرتا ہوں
 دل کے پھر زخمِ تازہ ہوتے ہیں
 دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
 دل نے ہم کو مثالِ آئینہ
 دل کے دل ہی میں رہ گئے ارماں
 دیکھنا زلف و رخِ تمہیں سرفقت
 دل کہیں دیدہ نہیں جی کہیں جان کہیں
 دور میں اس کی مت آنکھوں کے
 و قہرِ رز سے رات صحبت تھی
 دوستوں سے قدرِ صدمہ اٹھا جان بے
 دریا صُحُورِ صبحی دو ہاتھ بڑھ گیا

جب خیالِ صنم چسراغ ہوا
 لیکن نہیں دماغِ سوال و جواب کا
 عالم کے دل سے داغِ مسایا نہ جائیگا
 کچھ علاج ان کا بھی اے شیشہ گران ہے کہ نہیں
 کہیں فنجہ کوئی کھلا ہو گا خواجہ میر درد
 یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا میر
 ایک عالم کا روشناس کیا
 کم رہا موسمِ شباب بہت
 شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو
 گردشِ چرخ میں ہر ایک ہے آوارہ سا محمد انشا
 عجب بھی شرابِ خوار ہوا غلام علی راسخ
 شیخ جی کا مگر وضو نہ گیا یاسمن
 دل و دشمن کی عداوت کا گلجا تارا آتش
 ہلکائی اس نشہ میں جب اٹھا کے ہاتھ ناسخ

دلِ آواز گلابی

سودا

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

رند لکھنوی	کیا اب کی برس چاک گے یہاں نہ کینگے	دیوانوں کے کہہ کر کہ چلی یاد بہاری
.. ..	وگر نہ دام کہا میں کہاں کہاں چھا	دکھایا کچھ نفس مجھ کو آب و دانہ نے
غالب	کچھ کچھ کو مزا بھی مے آزار میں آئے	دے مجھ کو شکایت کی اجازت ستمگر
حکیم تہار اللہ خاں	ساغر کو دیکھتا کہ میں شیشہ سنبھالتا	دل تھامتا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ
فراق مومن	پھیلا پاؤں ہم نے گریباں چاک میں	دست جنوں کے جائے صد کہ چین سے
داغ	مجھ کو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری	دیکھتے کرتی ہے سرو ازنا نہ کیا کیا
داعی شاہ اختر	خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں	درو دیوار پر حسرت سے نظر کرتے ہیں
علی محمد دین محمد	جب تک شراب آئے کی دور ہو گئے	دیکھا کئے وہ دست نکاہوں سے بار بار
اکبر الہ آبادی	سیتہ بدیعی اللہ کا بندہ نہ ملا	دل را جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا
عزیز الدین احمد بنجو	آدمی کام کا نہیں ہوتا	درد سے آشنا نہ ہو جب تک
جلیل ملکپوری	دیکھ لیتے ہیں ہر ذریعہ نظر سے پہلے	دل چنے کی ادا خاص ہو ا کرتی ہے
علی حیدر علی	بھڑکی نہیں آگ نہ اٹھا دھواں کہیں	دل اس طرح ہو محبت میں جل گیا
حسرت موہانی	یعنی میں التفات کے قابل تو ہو گیا	دل خوش ہو جو آپ ہو مائل ستم
.. ..	حال سے اپنے خبردار نہ ہونے پایا	دل کچھ اس ڈھب سے لیا اس کہ نہ کوئی
.. ..	آپ اس وقت ذرا پاس ہمارا نہ کریں	دیکھتے شوق شہادت میں جھکی ہے گردن
علی نقی صوفی لکھنوی	انہوں سے کام کے نہ ملے ہم سفر مجھے	دو دن کی زندگی میں قویٰ نے دیا جواب

دل میں انسان اگر بیوقوف کھلتی ہے
 دل ہر ادا درد تھا وہ ابتدا عشق تھی
 دنیا ہے خواب حاصل دنیا خیال ہے
 دوستی کیا نبھائیں گے جن سے
 دل پر یاد کی خاک آج بھی دوش صبا پر ہے
 دو تندرست ہواؤں پر بنیاد، طوفان کی
 دوست نے دل کو نور کے نقش و فاساد
 دور حیاتے کا قاتل قضا کے بعد
 درد رکھا سجدہ شام و سحر میں لے
 داستان اُکلی داؤں کی بے رنگیں لیکن
 دوزخ بھی ایک جلوہ فردوسِ حسن ہے
 دکھائی کیوں نہ شعلہ رخسار کی جھلک
 دام بردوش پھریں جا، وہ گیسو بردوش
 دیا، درد تو رنگ قبول دے ایسا
 دہریا آجوا جب ٹھہری اسیری ناگزیر
 دل ہی قاتل بھی تھا مقتول بھی تھا قاتل بھی

یہی جھلکی سی جو پونہ پرانے میں
 انتہا یہ ہے کہ فانی درد اب دل ہو گیا
 انسان خوابے کچھ رہے خیال میں
 دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا
 کھٹکتا ہے مانتہ کی نظر میں غبارِ انکس
 یاتم نہ جس تپے ہو یا میں نہ جواں ہوتا
 سمجھتے تھے ہم جھیل کو یہ سی دھار یا
 ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
 دردِ دل ٹھہر دو دردِ سر میرے لئے
 اس میں کچھ خون تھا بھی تھا میرا
 جو اس بے خبر میں ہی ہیں عذاب میں
 گرتے کو میرے دل کا جلدنا ضرور تھا
 صید بن بن کے میں نے انہیں صیاد کیا
 جوا شک آنکھ سے ملے وہ داستان ہو جا
 دل اسیر حلقہ رنگ سے پیچا کیوں نہ ہو
 مٹ گئے ہم تو فنا اور بقا کے پہلے
 فراق کو رکھ پوری

دل ہی ہے تو آخر بھرا آتم جن جبین ہو ہو	ہم کو بھلا کچھ کہتے ہیں تقدیر اپنی رونما	آلِ ماضی
دل کیسے بتاں میں الجھ کر نہ گر پڑے	اٹھا تو ہے خدا کا سہارا لئے ہوئے	حفیظ جالندہ
دیکھا جو تیر کھائے کھیں گاہ کی طرف	اپنے ہی دوستوں کی قطاریں نظر پڑیں	”
دوستی اب گلے کا بار نہیں	تار ٹوٹا بکھر گئے دانے	”
دینے والے تجھے دینا، تو اتنا دیدے	کہ مجھے شکوہ کو تا ہی داماں ہو جا	شاہ بیہ دار
دامن و جیب گریباں کا نہیں کوئی ملال	غم یہ ہے دستِ جنوں کل کیلے کام نہیں	جفری ملکپوری
دست و تری تفریح کا ساما ہے ابھی	کہ گریباں کا مرنام گریباں ہے ابھی	”
داؤرِ شمرانامہ اعمال نہ دیکھ	اس میں کچھ پریشانیوں کے بھی نام آتے ہیں	ڈاکٹر محمد نیا
دل آنکھوں گہمی آنکھوں نے دل سے گہدی	بات چل نکلی ہے ایسے کہیں کہا تک پہنچے	”
دل کہ ہے سہرا یہ دار عزت ناموسِ حسن	یہ ہی مرکزِ یہی ہے دائرہ میرے لئے	سید الدین کاکور
دیکھنا یہ ہے کہ اندازِ سحر کیا ہوں گے	یوں تو اربابِ جنوں ات گزر جاگی	عابد علی عابد
دل ہے بڑی خوشی سے اسے پامال کر	لیکن تے نہ زردی دیکھ بھال کر	عبد الحمید عدم
دل کوخوں کر لے کہ ہو نورِ بصیرت پیدا	ورنہ ایسی تو کچھ آساں نہیں حیا نظری	فضا بن فضی
دو اکڑ درد دعا کے سوا کچھ اور نہیں	دعا کمالِ رضا کے سوا کچھ اور نہیں	شاہ عزیز ریوی
دلِ حزیں کو تلاشِ خلوص ہے سود	کہ اس دیا میں شادیہ رسم بھی نہ رہی	”
دامنِ بچار ہا ہے محبت کی آگ سے	زادِ بنور کشمکشِ خیر و شر میں ہے	”

<p> اب قدم منزل جاناں سے دو نہیں مختصر یہ ہے کہ تو نے مجھے برباد کیا اب یہ چراغ لائق محفل نہیں رہا لوگ کہتے ہیں غم عشق میں کیا رکھا ہے وہ جا رہا ہے کوئی شب غم گزار کے جیسے فی لمیہ قصہ کو پڑھتے پڑھتا جاؤ مجھ کو تمام عمر سنبھلنا محال ہے ہم دیکھتے رہے تکرار اعتبار سے ہم تیرا نام لیکر گنہگار ہو گئے بار بار اے مگر آنسو بھی پال لیا ہے ہم نے خود بھی فریب کھائے ہیں سانپ نکلے ہیں آسینوں سے </p>	<p> دل نہ ٹھکرا ٹھکرا خود اپنی ہی ہر آہ پر داستان شب غم قصہ طو لانی ہے دل کا کنول تجھے ہی بویہ گداز گئی دولتِ دردمندی دیدہ بیدار ملا دونوں جہا تیری محبت میں ہمارے دنیا کی بہاروں اکھٹیں ہوں پھیر لیں جاؤں دامن جھٹک کے وہ تو الگ ہو گئے مگر دنیا ہمیں فریب پہ دیتی رہی فریب دل جا بہ لب جگر میں تپک جا بقیرا دل میں کٹے فاقہا لیکن یہ پاس ضیاع دوسروں کو فریب دے دے کر دوستوں کے گلے سنبھل کے ملو </p>
---	--

دورے نہیں ہیں سرخ تری چشم مست میں | شاید چڑھا ہے خون بے گناہ کا | سراج اورنگ آباد
 ڈھونڈا جیسے ہو لوگوں میں فاقہ موتی | یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں | احمد فراز

ذ

سودا	بہر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے	ذکر کو عشق کے جہتے میں ہے نصف البیش
دیگر	صاحب جلوہ مگر روپوش ہے	ذرہ ذرہ سے تجلی آشکا
غالب	بن گیا رقیب آخر تھا جواز دل اپنا	ذکر اس پریوش کا اور پھر بیاں اپنا
فانی بدایونی	بات پہنچی تری جوانی تک	ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
سراج مکینوی	فلک کا چاند بننا جا رہا ہے	ذرا دیکھو یہ سرکش ذرہ خاک
جوش ملیح آبادی	کہ سطحِ زمین اسنا سخت ناموار ہے ساقی	ذرا آہستہ چلے گا روانِ کیف وستی کو
ذوق گوکھپوری	تسے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی	ذرا وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ لے دو
اسکندر علی و جہد	کچھ خیالوں کی یاد آتی ہے	ذکر سنتے ہیں نوجوانی کا

گروں میں دوڑنے پھرنے ہم نہیں مائل چو آنکھ ہی سے نہ بٹکے تو پھر لہو کیا ہے	رک رک دیکھتے ہیں اپنا خرام ناز رنگت، تراکت، لطافت، مگر حیف
پھر پھر دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو اک لہوے وقایہ گل رُغنا نہیں کہتے	بچ سے گر ہو انسانا تو مت جانا بچ
مشکلیں اتنی ہیں مجھ پر کہ آسا ہوئیں	رات بی زمرم یہ سے اور صدم
دھوئے دھوئے جامہ احرام کے	میخ روشن ہے آگے شمع کھکروہ یہ کہتے ہیں
ادھر جانا دیکھیں یا ادھر پرانا آتا ہے	راں سیکے گی شیخ صاحب کی
نہ دکھاؤ شراب کی صورت	یقینوں نے پٹ لکھوائی ہے جا کر یہ تھا میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں	رندوں میں تو ہے لطف سے ساقی و مظر
واعظیہ بنا تو تری صحبت میں کبھی کچھ	روزِ حنا جب مرا پیش ہو دفترِ عمل
آپ بھی شر سارہ ہو چھو کہو بھی شر سار کر	رفقارِ قیا تو نہیں کیا کم تھی پھر اس پر
اک طرہ ہے فتنہ تری نازک کمری کا	رعنائی خیال کو بھڑا دیا گناہ
زاد بھی کس قدر مذاقِ سخن سے دور	راضی یہ ضام ہیں بہر حال مگر ماں
ڈرے کہ یہ خود تم کو ستم گار نہ کرے	بچ غم درالم یاس اتمنا حسرت
اک تری یاد مچتے ہیں کیا کیا دل میں	رات کم ہے نہ چھیر، سحر کی بات
یہ بڑی داستان ہے پیارے	

غالب
حاذق
ذوق
غالب
داعِ دہلوی
مہدی علی مہرِ جرح
اکبر الہ آبادی
واعظیہ
آپ بھی شر سارہ
اک طرہ
زاد بھی
ڈرے
اک تری
یہ بڑی

<p>آئینہ زار میں</p>	<p>گم کہیں کارواں نہ ہو جائے</p>	<p>رہنماؤں کی انتہا ہی نہیں</p>
<p>اسیر کا گروہی</p>	<p>اکیس زوناز کا برپا ہے عشر سامنے</p>	<p>روح ہے محو تمنّا جس سے مستطرب</p>
<p>” ”</p>	<p>ایک دھوکا ہے نظر کا یہ سر اسر سامنے</p>	<p>روح کی گہرائیوں میں ڈوب کر دیکھا کرو</p>
<p>مخدوم محی الدین</p>	<p>سلس کی طرح سے آپ آتے رہے تھے</p>	<p>راحت بھر دیدہ نمناک میں لہراتے رہے</p>
<p>اسرار الحق مجاز</p>	<p>اک حرف نہ نکلا انہوں نے اور آنکھ میں آنسو آجی</p>	<p>رودادِ غم الفت ان ہم کیا کہتے کیونکر کہتے</p>
<p>فیض احمد فیض</p>	<p>موسم گل ہے تمہارا بام پر آنے کا نام</p>	<p>زنگ پیراں کا خوشبو زلف لہرانے کا نام</p>
<p>حبیب صدیقی</p>	<p>افسوس کوئی محرم راز خزاں نہ تھا</p>	<p>و غنائی بہار پہ تھے سب فریفتہ</p>
<p>احمد دانش</p>	<p>نیند جب آئی تو مسجد میں ازاں ہو گئی</p>	<p>رات بھر بیدار رکھا مجھ کو شورِ جنگ نے</p>
<p>ہزار لکھنوی</p>	<p>جو بے خبر کو خبر ہو گئی تو کیا ہو گا</p>	<p>رکھو کو مری آہو غم غم غم غم غم غم غم غم</p>
<p>سیف الدین سیف</p>	<p>جان پہچان ہو گئی ہو گئی ہو گئی</p>	<p>راہ آسان ہو گئی ہو گئی ہو گئی</p>
<p>عمر انصاری</p>	<p>چلنے والا بھی تو ہو گیا شیل یا ام کے ساتھ</p>	<p>راہ خود بڑھ کے بتاتی ہے نشانِ منزل</p>
<p>قمر حلال آبادی</p>	<p>پہلے جا پھر جان جا پھر جان جانا ہو گئے</p>	<p>رفتہ رفتہ وہ ہمارے دل کا ارماں ہو گئے</p>

ز

زندگی جس سے عمارتِ سووہ زلیت کہاں	یوں تو کہنے کیلئے کہہ دے ہاں جیتے ہیں
زلمہ وہ بادشہ ہوں کہ مانگوں گردِ عا	مٹھس بھی شراب سے بادل بھر ہوئے
زندگی اپنی جہاں اس شکل سے گدی بست	ہم بھی کیا یاد کریں کہ خدا رکھتے تھے
زخم کاری لگا تو چوم لیا	قبضہ خنجر کا ماتھہ قاتل کا
زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا	ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے
زنگ آلودہ اک آئینہ سہی	دل کی آخر کوئی قیمت ہوگی
زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب	موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا
زبان رک گئی آخر سحر کے پوتے ہی	تمام رات کئی دل سے گفتگو کرتے
نہے خلوص محبت کہ حادثاتِ جہاں	مجھے تو کیا کے نقشِ قدم مٹانے سکے
زخم دل کے چھپا رہا ہوں میں	کوئی میری ہنسی کو کیا جانے
زنگ لادہ سین بوجہ ایسی ہلکا ہو کر	مگر اچھٹک ہمارے پہلو میں نہت ہیں باقی
زمانہ لامی جوانی نہ وہ محبت نہ زندگی	بس ایک بھولی سی یاد جو بزدلِ کفن باقی
زبانے بھر سے ہمارے خیالِ لطیف	مے خیالِ نازک تمہاری گلبدنی

خواجہ میر درد

ناسخ

غالب

اعظم علی اعظم

نائب قزلباش

صفی لکھنوی دہلی

برج نارائن علی گڑھ

عزیز لکھنوی

حکیم مراد آبادی

ہست جاحین عند

اختر شیرانی

” ”

عزیز ملیانی

نہاں سیوا دی	فلک کے تیور میں گمیں زمیں دل میں غما ہے	زار کیا دیکھے دکھانہ جا کیا انقلاب آئے
رشتہ یقی غریب	کیا سے کیا یہ مئے گلفام ہوئی جانی ہے	زندگی زہر کا اک جام ہوا جاتی ہے
روشن صدف شاد	عمر بھر تیری تمنا سے رہے بیگانہ ہم	زندگی اک مستقل شرحِ قسمت تھی مگر
..	رواعظا یہی تعبیر حیاتِ ابدی ہے	زلفوں کی گھٹی چھاؤں میں اک لمحہ خوش تھا
مجاز	زندگی ہے تو گنہگار یوں میں	زندگی کیا ہے گناہِ آدم
میکش اگر آباد	ہم ان سے جرمِ محبت بھی بخشوانے کے	زباں پہ نامِ محبت بھی جرم تھا یعنی
آل احمد سرور	کام تھا اگر چہ بہت سخت مگر ہم نے کیا	زلفِ سستی کو سنوارا تے کیسو کی طرح
فیض احمد	ہر ایک حلقہ زنجیر میں زباں میں نے	زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کر رکھ دی ہے
احسان دانش	آہ نہ کر لبوں کو کسی عشق سے لگی ہتھیں	زخمِ یہ زخم کھا کے جی اپنے ہو گھونٹ پی
شکیل بدایونی	اس میں اب کچھ بھی نظر آتا نہیں	زندگی کے آئینہ کو توڑ دو
بہارِ لکھنوی	جلتا ہوا دیاموں مگر روشنی نہیں	زندہ ہوں اس طرح کہ غمِ زندگی نہیں
ساحر لدھیانوی	ترے لب پر ابھی تک نغمہ خیاں ہے ساقی	زمانہ بے سر پیکار پیرِ محولِ شعلوں سے

سخت کافر تھا جس پہلے میرے ^س مذہب عشق اختیار کیا
 سایہ میں ہر ایک کے خوابیدہ ہے قیامت
 سب ملتے تو ہونا ہیں دھڑکا مجھے کہیں مجھ سناہ کوئی اور گرفتار ہے
 سرسری ان ملاقات ہے گا ہے نرم اغیار میں گلے سر رہے گا ہے
 سانس آہستہ لیمو پیار ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا علی بخش بیمار
 سن تو سہی جا میں تیرا فسانہ کیا کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا حیدری آتش
 ساتھ اپنے جو مجھے یار نے سونے نہ دیا رات بھر مجھ کو دل زار نے سونے دیا انامش ناسخ
 سو راز کی کتاب ہے اشار میں ہا میں ہے لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ
 سارے ہوں نکیرین کو فسانہ ہجر سوال ان کے جدا ہیں مے جواب جدا علی وسطہ رنگ
 سے جاتے ہیں کفن آپ کے دیوانوں کے تار دہن میں تکرے ہیں گریبانوں کے پیارے حیدر
 سنی حکایت ہستی تو دریاں سے سنی نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم شاد عظیم آبادی
 سید اٹھے جو گڑ لیکے تو لاکھوں لائے شیخ قرآن دکھاتا پھر پیسہ نہ ملا اکبر الہ آبادی
 ستاروں کے جہاں اور بھی ہیں مرے عشق کے امتحاں اور بھی ہیں اقبال
 سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم بجھیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

صیر

میر

صفت دی

صفت بخش جرات

صفت بخش بیمار

صفت حیدری آتش

صفت انامش ناسخ

صفت لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ

صفت سوال ان کے جدا ہیں مے جواب جدا

صفت علی وسطہ رنگ

صفت تار دہن میں تکرے ہیں گریبانوں کے

صفت پیارے حیدر

صفت شاد عظیم آبادی

صفت شیخ قرآن دکھاتا پھر پیسہ نہ ملا

صفت اکبر الہ آبادی

صفت ستاروں کے جہاں اور بھی ہیں

صفت مرے عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

صفت اقبال

صفت سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم

صفت بجھیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

سو آگری نہیں یہ عباد خدا کی ہے	اے جبریز کی تمنا بھی چھوڑ دے	اقبال
لکھا دے گی ندامت سیوہ قدر و فائ کو	یہ شان کج ادائی میری جان ناواں تکے	حسرت مومانی
سرمہ میں چشم دل کے لیے تلخ تجربے	پیری نے کر دیا ہے وسیع النظر مجھے	علی نقی صفقی
سیر طور ایک برق طور لہراتی نظر آئی	دراشتوخی سے جھٹکا تھا کسی اپنے دامان کو	صنیر حسن دل
سکے تیرا نام آنکھیں کھول آیا تھا کوئی	آج تیرا نام لے کر کوئی غافل ہو گیا	فانی
سنے جاتے تھے تم سے مردن رات شکوے	کفن سر کا و میری بے زبانی دیکھتے جاؤ	”
سوز غم سے اشک ایک قطرہ جل گیا	آگ پانی میں لگی ایسی کہ دریائے گیا	عزیز بکھنوی
سنا ہوں بڑے غور سے افسانہ ہستی	کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرز ادا ہے	اصغر گوندوی
سوار ترادان ہاتھوں میں مرے آیا	جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا	”
سوز غم دے کر مجھے اس نے یہ ارشاد کیا	جا تجھے کشمکش دہر سے آزاد کیا	جوش ملیح آبادی
سموم و صرصر و سیلاب کا ہنگام آ پہنچا	شراب و شر و شمع و شاد و شوق جو ازل تک	”
ساقی کی محبت میں دل مٹا ہوا اتنا	جب کو جہ کا تا ہوں شیشہ نظر آتا ہے	مضطر خیر آبادی
سانس لینے میں درد ہوتا ہے	اب ہوا زندگی کی راس نہیں	جگر بریلوی
سجدوں کا نام اراد ہے جو دل سے نا امید	وہ رہ گذر کہ اب جو تری رہ گذر نہیں	داگر محمد بن تاثیر
سجدہ می جہیں نہیں اس قدر حقیر	کچھ تو سمجھ رہا ہوتے آستان کو میں	ساغر نظامی
ساقی کی نظر آج گھاؤں کی طرف ہے	ہر بات کی ہر لہند گھر ہو کے رہے گی	ماہر القادری

ساقی مرغِ خلوص کی شدت کو دیکھنا	بھرا گیا ہو گردشِ دوراں کوٹال کر	عبد الحمید عدم
سرد اس دور میں ہے سینہ آدم ورنہ	زندگی کے لئے سوزِ دل پرانہ بہت	روشِ حدیقی
ستم زمانہ تجھ کو رم میں فدا کدت ہرالم	تجھے آشنا کی تلاش ہے مجھے جلیوں کا جس جو	ہنال ہوا روری
سب تو بدلاو اگر ڈالنا اپنا ہی دوا کر نہ دے	سب تو گریا سی ڈالے اپنا ہی گریا بھول گئے	ہجاز
سکون شہر جو ہو تو کوئی نہ کر، سوچ و محنت وہی ہے	بدل گئے ہیں اگرچہ قاتلِ نظام دار و رسن وہی ہے	سر راجہ جعفری
سحر سے مل تو گیا سلسلہ اجالے کا	حیاتِ شمع نے کچھ نہ کھنکھائی پائی	غلام ربانی تابا
سبس لینے کو ہی جینا تو نہیں کھتے ہی	زندگی تھی جو تھے صل کا اسکاں ہوتا	یوسف ظفر
سویج بھرا ہے کہ دوا ہے کہ گھنٹا ہے	یا فقط اپنے لہو سے بھری صخری کلنار	احمد نیک قاسمی
سیراہ ان کو بیک نظر کبھی دیکھے تو وہی ادا	وہی نیازی تھو نہ ہی لفت نہ کمر پڑی	نثار واحدی
سکون کے بسکیں اچھیں زمانے کی	جو نیند آئی تیرے غم کی چھاؤں میں آئی	پیام فتحپوری
سیہیٹ کوئی ہم سے بڑھ کے کیا ہو گا	جو اپنا گھر بھی جلا دے تو روشنی نہ ملے	ساحر لہو صیاد
سحر سے رشتہ امید باندھنے والو	چرخِ زلیت کی لوثاں ہی مدھم ہے	احمد راجہ
سہارا نہ دیتی اگر موجِ طوفان	ڈبو ہی دیا تھا ہمیں ناخدا نے	لکین حسن کلیم
سہمتی رہی عقلِ سالیوں سے بھی	کئے سہل دل نے محالات بھی	ضیاء الدین
سنائے میں تیری آلِ آباد تو ہے لیکن	اسکی ہاں ہی میں ناجز کی کمی ہے	”
سجھ سچہ سجھ کو سجھو سجھو سبنا بھی اک سجھ	سجھ سجھ کو سجھو سجھو سجھو سجھو سجھو سجھو	سجھو سجھو سجھو سجھو سجھو سجھو
سنگدل نے سنگ بیکر سنگ دل کے گھر گیا	سنگ دل نے سنگ مارا سنگ کھا کر مر گیا	ناسلم

ش

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے | دل ہوا ہے چراغِ مفلس کا
 شرمندہ رفو نہیں عاشق کا چاکِ حجب | کس باغباں نے گل کا گریباں سلا دیا
 شیخ اس بے شکنی پر نہ ہوا اتنا مغرور | تو نے توڑا نہیں اپنا بیت پندارِ مغرور
 شمع ساں لگ اٹھے زباں کو آگ | گر کروں سوزِ دل بیاں اپنا
 شمع جلتی ہے پر اس طرح کہاں جلتی ہے | بڑی بڑی جری اے سوزِ نہا جلتی ہے
 شبِ وصل تھی چاندنی کا سماں تھا | بغل میں صنم تھا خدا مہراں تھا
 شوقِ نظارہ دیدار میں تیرے ہمدم | جان آنکھوں میں مری جا رہا کرتی ہے
 شبِ وصال میں تنہا طرفانہ غیر | سمجھتے کاش وہ اپنا نہ راز دار مجھے
 شائد اسی کا نام محبت ہے شیفۃ | اک لگ سی، سینہ کے اندر لگی ہوئی
 شیخ جی گر گئے تھے حوض میں میخانے کے | ڈوب کر حشیمہ کو تر کے کنارے نکلتے
 شب بھر ہے شریکِ جود و شرباب میں | وہ سب صفتِ تار میں وقتِ سحر ملے
 شب ہی شب ہے دن وہی دن ہے | جو تری یاد میں گزر جائیں
 شبِ مطلعے ہی آئی پیرِ مال پر اب نظر ہوئی ہے | غفلت میں شب گزار کھانچ کر کھر ہوئی ہے
 شبِ غم اب مٹا خیر اپنے حجبِ دامن کی | رہے دستِ جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا
 شبِ غم اب مٹا خیر اپنے حجبِ دامن کی | رہے دستِ جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا

نغمہ لگا گئے دامن چھڑا گئے	عشق مر جاوہر سب تک تو آگئے	نوح ناری
شام غم کچھ اس نگاہ ناز کی باتیں کرو	بہجودی برفی چلی ہے راز کی باتیں کرو	قرآن گو کہ پوری
شب آ یا کسی بت پر فدا ہونے کا ویا	مری دنیا میں بند کو خدا کہنے کا وقت آیا	ہری چند اختر
شمع اک دم کے پکیر کے سو کچھ بھی نہ تھی	آگ جب تن میں لگائی تھی جان آئی ہے	آنند نرائن مللا
شبِ فرقت نظر آتے نہیں آثارِ سحر	اتنی ظلمت ہے روح شمع پہ بھی نور نہیں	برق دہلوی
شفقِ دھلکا ہنسا لکھائیں تار تار کچھ بھی	اس دامن میں کیا کچھ ہے وہ دامن تھوڑا ہے	عبد کبیر شادانی
شگفتہ کھول جو دیکھے تو شوق یاد آیا	دے تھے داغ بھی گلشن نے شمار مجھے	شوق انری
شبنم نے روکے جی ذرا ہلکا تو کر لیا	غم اس کا لوجھے جو نہ آنسو بہا سکے	عبد السلام سلام
شعری و نہیں حسنِ تحمیل پہ نشور	ان گلوں کے بھی اک شعر حرار کھا ہے	نشور واحدی
شب انتظار کی کشمکش میں پوچھ کیسے سحر ہو	کبھی اک چراغ بجھا دیا کبھی اک چراغ جلا دیا	محمود علی
شام غم سے جہاد کر جب تک	شام غم کی سحر نہ ہو جائے	جاوید شمس
شیشہ ٹوٹے غل چ جائے	دل ٹوٹے آواز نہ آئے	حفیظ میر کھی
شبِ سیاہ کے لمحے گزار لینے دو	گھڑی گھڑی نہ کرو ذکر راہ پاروں کا	شہزاد احمد شہزاد
شمع کی آچ میں کمی تو نہیں	جل کے ٹھنڈے پر ہیں پروانے	نامعلوم

ص

صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پڑ نہیں
 صیاد اسی رام رگ گل ہے عندلیب
 صد لہ دورِ خرچ تھا ساغر کا ایک دو
 صیاد اب قفس سے ڈراتا ہے کیا مجھے
 صبر اتنا نہ کر کہ دشمن پر
 صراک قدم اٹھا تھا غلط راہِ شوق میں
 صبح بچھر کر شام کا وعدہ شام کا ہونا نہیں
 صیاد اب جوازِ نامی دیا تو کیا
 صبر اے دل! کہ یہ جا نہیں دیکھی جاتی

ہجر کی جب راسخ سیقراری میں کئی
 دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے آبِ دانہ کیا آتش
 نکلے جو میلے سو تو دنیا بدل گئی
 تیرے کرم سے کل ہی آئیناں کی ہے
 تلخ ہو جائے لذتِ بیداد
 منزل تمام عمر مجھے ڈھونڈتی رہی
 انکی تمنا کچھ کر لینا صبح کو پہلے شام کرو
 مدد ہوئی کہ آرزوئے بالِ پر گئی
 ٹھہرے دردِ اکاب کا یار نہ رہا
 خواجہ امین الدین
 اقبال احمد سہیل
 ایس بیگا خلیفہ
 عبد الحمید عدم
 نثار ابادی
 تروال نورین
 حبیب اشعر

ط

<p>آتش فراق گور کھری ظفر تاباں</p>	<p>ہم سے خلا ہو کے کرے گا زمانہ کیا ہم ایسے میں تری یاد کو چا دے تالیسے میں مرغ حین نور کو گوشہ آسیاں بھی اُ</p>	<p>طبل علم ہے پاس اپنے نہ ملک مال طبیعت اپنی جب بھرتی ہے سہارا توں میں طائر خستہ بال کو دام بھی کینچ آسیاں</p>
--	--	--

ظ

<p>فراق گور کھری ظفر</p>	<p>تیرہ تیرہ تاباں تاباں جیسے عیش میں دھندلے ہیں طیش میں جیسے عیش میں دھندلے ہیں طیش میں</p>	<p>ظلمت و نور ہے عشق کی بستی ظفر ادنیٰ اس کو نہ ہے جانے گا کہ ہو وہ ضابطہ دکا ظفر ادنیٰ اس کو نہ ہے جانے گا کہ ہو وہ ضابطہ دکا</p>
------------------------------	--	--

ع

عجب کچھ لطف رہا عجب غلو سے دلیر ہو	خطاب آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ	ولی اورنگ آبادی
عشق میں خواب کا خیال کسے	نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی	محمد حیات حضرت
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں	وہی بچ بھی کہے ہے پی تو اب الٹا	انشا
عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب	دل کا لیا رنگ کہ دل خون جگر ہوئے تک	غالب
عمر ساری تو کئی عشق تیاں میاں توں	آخر وقت میں کیا خاک سماں ہو	موتوں
کرتے ہیں تہی مغز ثناء آپ اپنی	جو ظرف کے خالی ہے نکلا دیتا ہے	انیس
عجب حوصلہ ہم نے غنجوں کا دیکھا	تبسم پر ساری جوانی لٹادی	جلیل مانچوری
عقل عیار ہے سوکھیں بنا لیتی ہے	عشق بیچارہ نہ ملا نہ زائد نہ حکیم	اقبال
علم فقیہ و حکیم فقر سچ و کلیم	علم ہے جو یارہ فقر ہے دانارہ	”
عروج آدم خاکی سے انجم سمے جا ہیں	کہ یہ ٹوٹا ہوا نار اہل کامل نہ بن جا	سراقبال
عشق سے لوگ منع کرتے ہیں	جیسے کچھ اختیار ہے گویا	اشرف کھنوی
عشق کی دنیا میں حبسی غم کو ازاں کر دیا	ہم غریبوں کیلئے جینے کا سماں کر دیا	ایک چند محروم
عشق کی کچھ ہوا لگی جب انہیں	کچھ ارا رنگ کچھ نکھر بھی گئے	فراق گورکھپوری
عمر سب ذوق تماشا میں گذاری لیکن	آج تک نہ کھلا کس کے طلبگار ہیں ہم	مظفر خیر آبادی

عشرتِ فتنے نے جا کر نہ کیا یاد میں عشرتِ رفتہ کو ہم یاد کیا کرتے ہیں آخر انصاری
 عشق ہی عشق ہے دنیا میری فتنہ عقل سے بیزار سوں میں اسرار الحق حجاز
 عروجِ ماہ کو انساں سمجھ گیا لیکن ہنوز عظمتِ انساں آہ گہی کم ہے شاہدِ صدیقی
 عنوانِ ترقی ہے یہ تیرہ فضائی بھی کچھ گرد بھی اٹھتی ہے جب فائدہ چلتا ہے نشورِ واحدی
 علم و فن کے دیوانے عاشقی سے دڑتے ہیں زندگی کے خواہاں ہیں زندگی دڑتے ہیں
 عشق ہے تشنگی کا نام توڑے گھر ملے بھی جاں شدتِ تشنگی نہ دیکھ لذتِ تشنگی سمجھ
 عجیب ہے تصور کی کار فرمائی ہزار محفلِ رنگیں شریکِ تنہائی خمارِ بارہنگوی
 عہدِ تم ہے دیکھیں ہم آشفقہ سرور پر کیا گذر شہر میں اسکے بند قبا کی رنگِ خاکی یا جلی پیامِ فتحپوری
 عیدِ کادن ہے گلے آج تو مل لے ظالم رسمِ دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے نامعلوم
 عقل نے ترکِ تعلق کو غنیمت جانا دل کو بدلے ہو حالات پہ رونا آیا ذکی کا کردی

غ

غیر سے ملنا تمہارا سچے گوہم چپ رہے رُسنا ہو گا کہ تم کو اک جہاں کیا کہا
 غصہ کہ دل میں تو رکھو کہ ورت کرو منہ یہ ہم سے صفائی کی باتیں
 غزل اس نے چھیری مجھے ساز دینا ذرا عمر رفتہ کو آواز دیتا
 غم حیات سے گھبرا کے بندگانِ خدا چلے ہیں جانبِ مینا خود کشی کے لئے
 غمِ دوراں غمِ جاناں کا تشابہ ہے کہ جو تھا وصفِ خیالِ بانِ حدیثِ گراں ہے کہ جو تھا
 غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی یعنی دنیا بدل گئی اپنی خوشتر کھنڈی
 غمِ عاشقی میں گرہ کشاں خرد ہوئی جنوں ہوا وہم ہے کہ ہمیں ہائے خرد نہ سر جنوں
 غمِ دوراں غمِ جاناں کے گزر کر اے دوست آج ہر غم کو شریکِ غم انساں کرے
 غمِ زندگی اک مسلسل عذاب غمِ زندگی سے مفر بھی نہیں غلامِ ربانی تانا
 غمِ جمیب، غمِ زندگی، غمِ دوراں کسی مقامِ یہ ہم جی بُرا نہیں کرتے احمد ریاض
 غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی یعنی دنیا بدل گئی اپنی خوشتر کھنڈی
 غمِ جاناں سے ربط ٹوٹ گیا اب غمِ دہر سے پناہ نہیں اکشن مضطر

شیخ قیام الدین

صفتی مکھنوی

ماہر القادری

عابد علی عابد

خوشتر کھنڈی

ان۔م۔برشد

روش صدیقی

غلام ربانی تانا

احمد ریاض

خوشتر کھنڈی

اکشن مضطر

ف

فکرِ معاش، عشقِ بہاں یادِ رفتاں
فکرِ مت کر ہمارے جینے کی
فقط امید ہے ش کی تیری رحمت سے
ففسر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر
فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ رحمانا
فلک بھول بھلیوں میں ڈال کھا تھا
فقط فریبِ خدو خال سن باقی ہے
فلک کے تاروں سے کیا دُور سوگی ظلمتِ شب
فقتہ عقل کے جو یامری دنیا سے گزرے
فضا کا ذکر کریں بحر و بر کا ذکر کریں
فلم کی گردش سے تصویریں بدلتی ہیں

اس زندگی میں کبئی کیا کیا کیا کرے رفیع سودا
نیرے نزدیک کچھ یہ دُور نہیں میر
وگرنہ عفو کے قابل مے گناہ نہیں مہدِ حسنِ خانا
فقر میں تی ثوابِ علم میں سستی گناہ اقبال
اہل کیا، خمارِ بادہ ہستی اتر جانا برجِ نرائنِ ملکیت
ہم ان کو دھوئے دیا اپنی جستجو کرتے یاسِ یگانا جلیز
جو خیرِ صبر کن تھی گئی شباب کے ساتھ آئندہ ان ملا
جی اپنے گھر کے چراغوں سے روشنی نہ ملی
میری دنیا میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں جاننا رافتہ
بہت بلند، خردوں گھر کا ذکر کریں ندیم قاسمی
عمر رفتہ کا نہ آیا پھر وہ منظر سامنے اسیر کا کو روی

ق

قسمت تو دیکھو ٹوٹی ہے جا کر کہاں
 قدر رکھتی نہیں متاعِ دل
 قباے گل کو پھار ابل گل پرین بگڑا
 قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
 قیدِ حیاتِ بندِ غمِ ال میں دونوں ایک ہیں
 قطرہ اپنا بھی حقیقت میں دریا لیکن
 قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
 فہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
 قطرے قطرے کا ہے نصیب جدا
 قریب یارِ روزِ عشرِ چھپے گا کشتوں کا خون
 قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
 قفس میں دیتے ہو کیا طعنِ سستِ رازی
 قفس میں جی نہیں لگتا آہ پھر بھی مرا

کچھ دُور اپنے ماتھے جب بام رہ گیا
 سائے عالم میں میں دکھا لایا
 بن آئی کچھ غنچہ سے جو وہ غنچہ دین بگڑا
 جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
 موت پہلے آدمی غم سے نہ پائے کیوں
 ہم کو تقطیعِ تنکِ ظرفی منظور نہیں
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
 کاش کے تم مرے لئے ہوتے
 کوئی گوہر کوئی شراب ہوا
 جو چہرے سگی زبانِ خنجر ہو پکار کا آئین
 یہ چار عناصر مل تو بنتا ہے مسلمان
 فضا کھلی ہوئی ملتی تو امتحاں ہوتا
 یہ جانتا ہونکہ تنکا کبھی آشیاں میں نہیں

قیام الدین قائم

میر

آتش

ناسخ

غالب

"

"

"

مائل دہلوی

امیر مینائی

اقبال

اقبال احمد سہیل

عزیز بکھنوی

قتل اور مجھ سے سخت جان کا قتل : تیغ دیکھو ذرا کمر دیکھو
 قسمت میں خوشی جتنی تھی ہو اور غم بھی ہے جتنا ہونا ہے
 گھر بھونک تماشہ دیکھ چکے اب جنگل جنگل رونا ہے
 قفس میں جب کبھی جھپکی مری آنکھ : یہ دیکھو نشیمن جل رہا ہے
 قبول ہے تیری کبریائی مگر کبھی یہ بھی تو نے سوچا
 یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو ہے غریب سا کہاں ہیں
 قفس بھی یہاں بھی گلیں بھی کانٹے بھی
 چین کو ہم سمجھتے ہیں مگر اپنا چین اب تک
 قتل اپنا مقدمہ بیگانہ اگر ہوتا : تو پھر اپنے پرانے ہم یہاں کہاں جاتے

غزیرہ لکھنوی

سید آل رضا

منظر لکھنوی

ندیم قاسمی

سار امدادی

قتیل شرفائی

ک

جہاں آج یارب جلوہ متانہ ساقی	کہ دل آج صبر سرسبز سے لہجائے	وہی اورنگ آبادی
کون سے زخم کا کھلا ٹانگا	آج پھر دل میں درد ہوتا ہے	ضیاء الدین ضیا
کوہ اگر چہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ	کچھ قصرِ دل نہیں کہ بنایا جائیگا	رفع سودا
کمالِ بندگی عشق ہے خداوندی	کہ ایک فن نے یہ مصرعِ غلام لیا	” ”
کیفیتِ چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا	ساغر کو مے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں	” ”
کیا ضد مے ساتھ خدا جانے ورنہ	کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی	” ”
کس کا ہے جگر کس پہ یہ بیدار کرو گے	لودل تھیں ہم دیتے ہو کیا یاد کرو گے	جعفر علی حسرت
کون سی رات آن ملے گا	دن بہت انتظار میں گزرے	خواجہ میر درد
کہا میں نے کتنا ہے گل کاشات	کلی نے یہ سن کر ششم کیا	میر تقی میر
کچھ نہ دیکھا پھر بجز اک شعلہ پر بیچ و تاب	شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا	” ”
کیا شکوہ کریں کنجِ قفس کا دلِ مضطر	ہم نے تو چین میں بھی ٹک آرام نہ پایا	حسن دہلوی
کیا جانے کنجت نے کیا ہم پہ کیا سحر	جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم	جبروت
کیا فسوں تو نے خدا جانے یہ ہم پر ارا	تجھ سے پھرنا نہیں دل ہم بہت سہرا	محمد امان نثار
کس سے تم بہکنا تھے صاحب	رات ہم بے قرار تھے صاحب	غلام علی راسخ

کچھ ایسی بن گئی تصویر اس کے دست سے	راہیں بنا کر آپ صو آفریں برسوں
کون پر سا ہے حال بسمل کا	خلق منہ دیکھتی ہے قاتل کا
کچھ اناشہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت	مال کر کھنے لگا دن ہے ابھی رات کے وقت
کون کہتا ہے بولو موت بولو	ہاتھ سے میرے ایک جام تو لو
کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے	وہ تو بیماری آپ تنگی ہے
کون اس فصل میں دیوانہ ہوا ہے شیار	کہ ہوا ہاتھ میں زنجیر لئے پھرتی ہے
بھدرو ان مسرتوں کہیں اور جا بس	اتنی جگہ کہاں ہے دل داغدار میں
کیا کرتے ہونا ہم تم نصیحت رات دن جھک کر	اسے بھی ایک دن تم جاکے سمجھاتے تو کیا ہوتا
کسی کے محرم آب رواں کی یاد آئی	جہاں کے جو برابر کوئی جہاں آیا
کون سے دن نئی قبریں نہیں اس میں تھیں	یہ خرابہ وہی میرے کمال کا کہ جو تھا
کیا جگہ کو چہ محبوب ہے سچاں اللہ	کوئی کعبہ کوئی جنت کوئی گلشن سمجھا
کہاں کہاں تھے دھونڈا بدل بھیس دے	جو شیخ کعبہ میں تو دیر میں برہن تھا
ہموں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر	میں جاگا کیا نجات سو یا کیا
کشتہ ہم بھی تھی نیرنگی کے ہیں یاد ہے	اور زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے
کس دہشتنگ ہوتے ہاتھوں سے اے خوں	لاؤں کہاں روز گریباں نئے نئے
کریم ہم کی پوجا اور چڑھائیں کو چند ہم	صنم ہم دیر ہم تجا ہم بت ہم برہن ہم
	ناسخ

کیا روزِ بد میں ساتھ ہے کوئی ہمنشین	پتے بھی بھاگتے ہیں خزا میں شجر سے دور	ناتوا
کی مرے قتل کے بعد اس جفا سے تو بہ	ٹائے اس زودِ شہماں کا پشتِ ماں ہونا	غائب
کسی نے بھی تیری طرح سے نہیں	کیتے ہیں تھی مغزِ خفا آپ اپنی	مشتعلیٰ دیر
کیونکہ نہ ٹپٹ کر تھے روؤں لے قبر	میں بھی تو جاں دے پایا ہے تجھے	” ” ”
کہنے چلتا ہوں پر استا تو بنا	میکدہ کوئی ہے زائدِ راہ میں	اسیرِ بکھنوی
کیا جانے کیا لطف چلنے کے ادھر آج	جاتی ہے تو پھر کر نہیں آئی ہے نظر آج	مشرکہ آبادی
کچھ خوفِ خدا کیجئے اس طرح نہ چلئے	سویار تو اس چال پہ تلوار چلی ہے	نوابِ بگم حجاب
کہا صیاد کیسا باغیاں کس پر گری بکلی	چمن میں آتشِ گل نے ہمارا آتیاں پھونکا	دراغِ دہلوی
کمرہ دھو کا عقیقہ کا غزال آنکھیں پری چہرہ	فکرم ہیزید خوشبو جس دیا زباں عسی	واجہ علی شاہ اختر
کھائیہ تبا کہ چک چک کے یا گر کے پیوں	ملے بھرا ہوا ساغر تو ڈگڈگ کا کے پیوں	شادِ عظیم آبادی
گرد نہ کچھ فکرِ جامِ ساوئی بہار آنے تو دو چمن میں	گلوں کے گلے کا رنگِ ستی ہوا اگر گی شراب پیدا	اکبر الہ آبادی
کعبہ دیر میں ہوتی ہے پرستش کس کی	مے پرستو! یہ کوئی نام ہیں میخانوں کے	ریاضِ خیر آبادی
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے	مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق	اقبال
کبھی حقیقتِ منظرِ نظرِ لباسِ حجاز میں	کہ نزار و سجدِ تربے ہیں مری جبینِ نیاز میں	”
کچھ بھی حاصل نہ ہوا زبدِ نخت کے سوا	شغلِ بیکار میں ان کی محبت کے سوا	مشرکہ آبادی
کہیں ہ آگے مٹا دیں نہ انتظارِ کالطف	کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری	” ”

کس طرح جوانی میں چلوں اہ یہ نا صحیح	یہ عمر سی ایسی ہے سمجھانی نہیں دیتا	شاعر قزلباش
کیا سوال تو آواز باز گشت آئی	جواب مجھ سے طلب ہے ہر سوالوں کا	فانی بدایونی
کی سپرد درمیانہ اجل نے مری خاک	کس کو سونپا مجھے ظالم نے خدا کے بدلے	” ”
کس کام کی ایسی سچا جو تڑے امیدیں دل کی	تھوڑی سی ہوتو گئی مانا کردہ بول کے جھوٹ گیا	آرزو بکھنوی
کس نے بھیکے ہوئے بالوں سے یہ جھٹکا پائی	جھوم کے آئی گھٹا ٹوٹ کے برس پائی	آرزو بکھنوی
کوچہ یار میں جانے کی کبھی خونہ گئی	تھوکر میں کھا بھی سنبھلے نہ سنبھلے دالے	ناظر
کون دیتا ہے دُردِ ناکامی	خونِ فرما دربر سرِ خزاں	یاسر ایٹا چنگیز
کتاب عمر ہے گویا انیس تنہائی	نظر میں قصہ ماضی حال ہوتا ہے	” ”
کار فرما ہے فقط حسن کا نیرنگ گماں	چاہے وہ شمع بنے چاہے وہ پروانہ بنے	” ”
کیا دردِ سحر اور یہ کیا لذتِصال	اس سے بھی کچھ بلند ملی ہے نظر مجھے	” ”
کہاں کا میٹھا کس ساتی کچھ اور بڑا دوسخودی کو	یہی بنا گا جام و ساغر نہیں کرے گی شراب پیدا	جگر مراد آبادی
کبھی شاخ و سبزہ و بربر کبھی غنیمت و خار پر	میں جن میں ہے چاہا ہر عمر امتیٰ فیصل بہار پر	” ”
کہاں بڑھ چکے ہیں کہانگ علم و فن ساتی	مگر آسودہ انسان کا تن ساتی نہ میں ساتی	” ”
کبھی ہو کا تو متاؤں گا تجھے راز عالم خیر و شر	کہیں چکا ہو شرع سے گئے ایزد و گئے اہرن	فراق گوردھپوری
کیونکر ہو ان تراب کے اعلانِ وفا میں	دامن تو ہے دبا ہوا خونِ شہدا میں	” ”
کچھ نہیں اختیار میں پھر بھی	ہر خط امیری ہر قصور مرا	احسان غلام گھنی

کارواں خود ہے اپنی گرد میں گم	پاؤں کی خاک سر پہ آئی ہے	نرائن ملا
کس وجہ سکون بخش ہے احساں محبت	ہر درد کے آغوش میں طوفان نظر آیا	روشن صدیقی
کس نے بھیجا تھا ایمان پرشویوں کے پاس	دامنوں کے چاک پہنچے گریبانوں کے پاس	” ”
کس کو معلوم ہے ہم جس شہناشاں ازل	کتنے ادا ہم سے گزریے تو یقین تک پہنچے	” ”
کیا کیا ہوا، ہم سے جنوں میں نہ پوچھئے	انچھے کبھی زمیں کبھی آسماں سے ہم	مجاز
کچھ کچھ کو خبر ہم کیا کیا اگر دشوار بھول گئے	وہ لطف پریشاں بھول گئے وہ دید گریاں بھول گئے	” ”
کئی بار اس کا دامن بھر دیا جس دو عالم	مگر دل ہے کہ اسکی خاوریاتی نہیں جاتی	فیض احمد فیض
کتنے صدم خود ہم نے تراشے	ذوق پرستش الہ اکبر	حبیب احمد
کیا موت بھی سیکھ لئے دلبری دھنگ	یہ طرز بے رخی تو اس آرام جاں کی ہے	بٹ نظر
کئے گی کیسے گل نو کی زندگی یارب	کہ اس غریب کاںٹوں میں گھر بھی ہے	سلام سندیلوی
کوئی ایسے شکیل دیکھے جو نہیں تو کیا ہے	کہ اُسی کے ہو گئے ہم جو نہ ہو سکا ہمارا	ضکیل بدایونی
کتنی امیروں کی شمعوں میں گھری ہے زندگی	جتنی روشن ہیں لوں اتنے ہی گھر سائے ہیں	احمد ندیم قاسمی
کون تاج جلائے کائنات کا چراغ	شام سے ٹوٹ گئی آس تو پھر کیا ہوگا	شاعر مکتوی
کتنے تاباں تھے وہ لہجے پہلو میں	دو گھڑی میری بھی فردوس منا گزری ہے	اختر اورینوی
کل جو ذکر جام و مینا آگیا	میری توبہ کو پسینا آگیا	نثار اداوی
کلی کی خود ہے بہر حال سکرانے کی	وگر اس کسے ہے ہوا زمانے کی	” ”

گ

گل پھیلے ہیں روں کی طرف بلکہ شمع بھی اے خاں راز چین کچھ تو ادھر بھی رفیع سودا
 گرمیہ شب سے سرخ ہیں آنکھیں مجھ بلاتوش کو شراب کہاں میر
 گالی سہی اداسی چین جس میں سہی یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی انشا
 گلستا میں جا کر سراک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے گویا
 گیا منزل پہ راقا فلفلہ آوارہ غربت میں ہم آوازِ جرس کی طرح سے تنہا بھٹکتے ہیں شاہ ظفر
 گستاخ بہت شمع سے پڑا نہ ہوا ہے سر حرققا، موت آئی ہے دیوانہ ہوا ہے آتش
 جھان نہ کیونکہ کروں تجھ پل چرنے کا جہکاکے آنکھ سب کیا، مسکرانے کا نظام الدین مومن
 گیسو رخ پر ہوا سے ملتے ہیں چلے اب دونوں وقت ملتے ہیں شوق بکھڑی
 گویا تھو میں جنش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دوا بھی ساغر و مینا مرے آگے غالب
 گیا شباب پر اتارا تعلق عشق دل و جگر میں تپک گاہ گاہ ہوتی ہے تیش بکھڑی
 گلے لپٹے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے الہیایہ گھٹا دودن تو بر سے ریاض خیر آبادی
 گئے اس پہیلی تو احسان مانوں قفس ہے مرا آشیانہ نہیں ہے احمد سہیل
 گھسا اٹھی سے تو بھی کھول نہ لے غریب ساقی نئے تھے ہو فلک سے کیوں شرمندہ ساقی مجذوب
 گلشن پر ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز کا ٹھوس بھی نباہ کئے جارہا ہوں جگر مراد آبادی

گھٹے اگر تو بس اک مشت خاک ہے انسان
 بڑھے تو سمیت کوئین میں سماتہ کے
 گلوں سے کیسل ہے ہر سیم کے جھونکے
 قفس میں بیٹھا ہوا ماتھ مل رہا ہو میں
 گھٹا ہوا دی دی میکہ بروش فصل گل
 نہ جائے لغزش تو یہ ایسا تو یہ کہا گزرا
 گل و غنچہ اہل میں ہیں ترسی گفتگو کی تسکین
 کبھی کھل کے بات کہہ دے کبھی کر دیا اشارہ
 اگر حسی حس جل جائے نہ آئیل تیرا
 لگ گئی آگ تو مجھ کو ہی بجھانا ہو گا
 اگر اردوں تر غم میں جو عمر خضر ملے
 تیرے نہاریہ دُودن کی زندگی کیا ہے
 گھر سے چلے تھے ہم تو خوشی کی تلاش میں
 غم راہ میں کھٹے تھے ہی ساتھ ہو لئے
 گل کیا جس نے وہ تھا اور مگر
 شمع نے شکوہ ہواؤں سے کیا
 گلشن گلشن شعلہ گل کی زلف کی یا چلی
 فوجوں کی بند گراں کی جرم و سزا کی یا چلی
 گو میں نے کچھ نہیں اب تک کہا ہے
 مگر پھر بھی زمانے کو گلہ ہے
 گر گئے ہیں نگاہ سے اپنی
 جب کسی نے ہمیں سنبھالا ہے

ل

لگتی ہے تو قفلِ مینا دل کو نہیں
 لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیکھا لیا صاحب
 لائی جا آئے قصائے چلی چلے
 لے تو چلے ہیں حضرت دل تمہیں اس سخن میں
 لطف سے تجھ سے کیا کہوں دعا
 لاکھوں سال فرچلے ہیں نزل پہنچے ہیں ایک
 لیریز توج تھا ایک اک خط پیمانہ
 لطف بہار کچھ نہیں گوہے ہی بہار
 لوگ تر بھی ہیں جیتے بھی ہیں بتیا بھی ہیں
 لذت کبھی تھی اب تو نصبت سی ہوئی
 لاکھ آفتاب پاس ہو کر گزر گئے
 لہریں وئی ہے تارِ خِخِ خلعتِ انسا
 لہر کے جھوم جھوم کے لاسکر کے لا

وہ دن کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا
 زبا بگڑی بگڑی تھی خبر لیمے دین بگڑا
 انی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے ذوق
 ہمارے ہلو میں بیٹھ کر تم سے پہلو تھی نہ کرنا داغ
 ہائے کجخت تو نے پی سی نہیں
 اے اہلِ مآ قدر کرو نایا نہ ہو تمہا میں ہم شاد عظیم آباد
 محفل سے جو وہ اٹھ لیتے ہو انگریزی فانی تہ الیوتی
 دل کیا اچڑ گیا کہ زمانہ اچڑ گیا آرزو بکنوئی
 کون سا سحر تری چشم عنایت میں نہیں اصغر گوندوی
 مجھ کو گناہ کرنے کی عادت سی ہو گئی سجدہ موہانی
 بیٹھے ہم انتظارِ سحر دیکھتے رہے جگر مراد آبادی
 ابھی یہ ل ہے شالہ نہ حیات کہاں سراج بکنوئی
 پھولوں کے رس میں چاند کی کرنیں ملائے عبد الحمید عدم

<p>الحمد لله سردار جعفری جاوید ششٹ کوثر فاروقی</p>	<p>لاتے ہیں جیسے کوہ سے چشمہ نکال کر یہ جیاتن برہنہ اسے کیا پیریں دیں کیسے کانٹوں میں تیرے آبلہ پارہتے ہیں یہ بھی احساس کمتری تو نہیں</p>	<p>لایا چلوں بچا کے حواد سے زلیبت کو لب تیغ پر لہوئے لب زخم پر تبسم لالہ و گل کے نشیمن انتر کر کبھی دیکھ لوگ میرے جنوں پہ ہنستے ہیں</p>
--	---	---

م

مسد گل منزل شبنم ہوئی دیکھ رہتہ دیدہ دیدار کا
 مردل کے نشہ کو بیوفا تو ٹکڑے ٹکڑے جو کر دیا مرے اس تو ہی ایک تھایہ کانِ شیشہ گراں
 میں وہ فادہ ہوں کہ بغیر زفتا مجھے نقشِ قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے
 میں رونے والا جہاں سے چلا ہوں جسے ابر پر سال روتا ہے گا
 مدعی مجھ کو کھڑے صابر کہتے ہیں چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں
 میں شکر کو کیا روؤں کہ اٹھ جائے تیرے برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہیں اور
 مت میرے رنگِ زرد کا چہرہ چاکر نوکریاں رنگ ایک سا ہمیشہ کسی کا نہیں رہا
 میں اپنے سوزِ دل کو بکھاؤں تو کس طرح اب تو نہیں ہے بوند بھی آنسو کی آنکھ میں
 مرنے جیا کئے لبِ جانِ بخشِ یار سے بوسے کے انتظار میں ہم جا لب رہے
 میں اربزم سے یوں تشنہ کام آؤں گر میں کی تھی تو بہ ساقی کو کیا بدلتا تھا
 مہرِ باسوئے بلا الو مجھے چاہیں وقت میں گیا وقت نہیں ہو کہ پھر آ بھی نہ سکوں
 میں غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو اک گو نہ بنجودی مجھے ن رات چاہئے
 میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر جذبہ دل اُس پہن جا کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
 محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا اُسی کو دیکھ کر جیتے نہیں کافر پہ دم نکلے

وکی اورنگ آبادی

خواجہ میر درد

"

میر تقی میر

"

حسن دہلوی

سیدانی مصحفی

شاہ ظفر

ناسخ

غالب

"

"

"

"

مومن	آخر تو دشمنی ہے اشرک و دعا کے ساتھ	مانگا کریں گے اب تو دعا پھر یاری کی
ایس	جواب پھوٹے روتے جو تم ہنا کے چلے	مثال ماہی بے آب موج تڑپا کی
جو جس بکھنوی	یوں زندگی ہم نے تری ڈوری میں لہری	مرمر کے اگر شام تو رورو کے سحر کی
شاد عظیم آبادی	یا شاید آپ ہی نے کی ہو "ہمیں نہیں"	میں نے و قور شوق میں شائد سنا نہ ہو
ریاض خیر آبادی	نخشہ نہ تو مجھے تری محبت سے دور ہے	میں نے کریم جان کے تجھ کو کئے گناہ
جلیل مانگپوری	یاد آگیا روٹھنا کسی کا	متھے پھیر کے یوں چلی جوانی
ناوب بکھنوی	زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے	دیں میں خال لیکر دوست کے وقت دفن
اقبال	من اپنا پرانا باپ تھا برسوں کی بنا سے	مسحور بنادی ام بھر میں یکا کی حرار و الوں
”	مقام بندگی دے کر نہ لو شان خداوندی	متاع بے بہا، درد و سوز و آرزو مند
انور	اب تک تو جس میں پیسے آسمان پر	مٹی خراب ہے تیرے کو چھریں ورنہ ہم
حسرت موہانی	ہم پر ہجوم ناز و ادا بھی نہ کیجئے	منظور ہے جو ترک محبت ہی آپ کو
”	لب کو شرمندہ دعا نہ کریں	مل ہے گا جو ان سے ملنا ہے
صفی بکھنوی	اگر انتظار چھوٹا	مری لاش کے سر لے وہ کھڑے کھم رہے
اقبال اجداد	جس سانی کی فطرت کلمے میں رنگ پیدا	مذاق سر بلندی ہو تو پھر دیر چرم کیسے
وخت کا کھنوی	خیال ترک محبت تو بار بار آیا	عجالت ترک محبت نہ ایک بار ملوئی
غریز بکھنوی	جب دل پہ اختیار نہ ہو کیا کرے کوئی	مانا کہ بزم حسن کے آداب ہی بہت

میں بھول جاؤں نہ مفہوم زندگی ساتی	ذرا چھلکنا ہوا سا غر شراب تو لا	عدم
منجد ہمارے تکیہ پہنچا تو بہت کی بات بھی	ساحل کے آس پاس ہی طوفان بن گئے	”
میرے خیال کی وسعت میں ہیں ہزار چین	کہاں کہاں سے نکالے گی یہ بیمار مجھے	وحشی کا پوری
مگر یہاں تو جل رہا ہے آدھی سے آدھی	سنا یہ تھا چراغ سے چراغ جلتے آئے ہیں	شاد عارفی
مرنے کی غائیں کیوں مانگوں کی غائیں کوں	یہ دنیا بویا وہ دنیا آبِ خش دنیا کوں کرے	احسن جذبی
مقتلِ شوق کچھ آداب نرا ہے بہت	دل بھی قاتل کو دیا کہتے ہیں سگر پہلے	سردار حفصی
محب کی خیر اور بچا ہے اسی کے فیض سے	زندگیاں ساتی کاٹنے کا ختم کا پیمانے کا نام	فیض
مجھے کو تو خونِ دل ہی پینا ہے	دستِ ساقی میں گرہے جام تو کیا	سلام ہندیلوی
منزلِ عشق کی الاماں الاماں	ہر نفس کشمکش ہر قدم امتحاں	اقبال صفی پوری
میکشتی اب کی عادت سو اچھے بھی نہیں	یہ بھی اک تلخ حقیقت سو اچھے بھی نہیں	جانثار اختر
میری زندگی پر نہ کر مجھے زندگی کا الم نہیں	جسے غم سے شیرے ہو واسطہ وہ خزانہ سے نہیں	شکیل بدایونی
مرا کفرِ حالِ زہد مرا زہدِ حالِ کفر ہے	میری زندگی بگڑے وہ زندگی جو بری ہو مجرم نہیں	”
میں کوئی پتھر نہیں انسان ہوں	کیسے کہہ دوں غم سے گھبراتا نہیں	”
میں نظری رہا تھا تو یہ دل نے بد عادی	ترا اٹھ زندگی بھر کبھی جاؤنگ نہ پہنچے	”
میر بادوں کے اُتر پر آپ کے وعدوں کے چاند	قدر چمکے نہیں میں جس قدر گنہائے ہیں	ندیم قاسمی
مچل مچل کے ابھرتی ہے جب چراغ کی لو	میں سوچتا ہوں کہ ان لرزوں میں تو تو نہیں	”

میں ان میں بھی پرستار ہا ہوں اس کا	موسم گل میں چمن آ کر کیسے چھوڑوں	سلام چھٹی شہری
حسرت کی قسم تیری خوشی کے واسطے اکثر	سراپے شت کو آبیے واں کھنای پڑتا ہے	جلن تھ آزاد
موسم گل ہے بادل چھا لٹک ہے ہیں پیمانے	کیسی توبہ توبہ توبہ تندر جام کرو	نثار اادی
میں بھی کس طرح ان کو بیوفا کہوں	منزلوں کی بات ہے راستے میں کیا کہوں	نشور واحدی
مستوق ہے آئینہ طلب کے تو کیا دور	دو شہزہ انداز بہک جائے تو کیا ہو	" "
میری مژہ غم پر لڑاں ہے حقیقت سی	ان کے لب لعلیں پرافانہ چلتا ہے	" "
مردل نہ تھا صنم آشنا کتری دایہ نظر پڑی	وہ نہ جانے کونسا وقت تھا کہ بنا خون چکری	" "
ملت کی راہ و رسم محبت کے باوجود	وہ حسن آشکارا بھی ایک راز ہے	ظہیر کا شمیری
مجھے سہل گہنیں نہ لیں وہ ہو کر مجھ ہی بدل گئے	تراہ تھہ ماتھیں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے	عروج سلطانی پوری
میں توجہ جانوں کہ بھر دسا غریب خاص عام	یوں تو جو آیا وہی پیرنماں بنتا گیا	" "
میر نظرین کا چہرہ ان کی نظریں میرا دل	مل گئے تھے رازم رازداں کل رات کو	خاں بارہ بنگوی
ملا متوں جنوں میں نہ کچھ کمی آئی	جراحتوں بڑھی زخم دل کی رغنائی	پیام فچوری
میں ان کے سامنے سے گزرتا ہوں اس لئے	ترک تعلقات کا احساس مرنے جائے	فتا نظامی
میں نے چاند اور ستاروں کی تنہائی تھی	مجھ کو راتوں کی سیاہی سوا کچھ نہ ملا	ساحر لدھیانوی
مرا الحاد تو خیر ایک لعنت تھا سو ہے ایک	مگر اس عالم وحشت میں کیا انوں پہ کیا گزری	" "
مجھے ستانے پہ موقوف تھی خوشی ان کی	مجھے مٹا کے مرے دشمنوں نے ماتھ ملے	عنوان ہشتی

منزلیں پاؤں پکڑتی ہیں ٹھہرنے کیلئے	شوق کھٹا ہے کہ دو چار قدم اور بھی	ساحر بکھنوی
مرہ برسا کا چاہو تو ان تہکوں میں آئیے	سفیدی، سیاہی، شفق، ابر یاران	نامعلوم
منزل جیسے سمجھتے تھے یارانِ قافلہ	ہونچے جو اس جگہ تو فقط سنگِ میل تھا	ذکی کا کو روی
مرہم کیلئے مرہم بھی گئے مرہم کی قسم مرہم ملا	مرہم کیلئے مرہم سے گئے مرہم کی قسم مرہم نہ ملا	نامعلوم
متھ کو رکھا جو ترے آتشِ رخسار پر	چین تھا دل کو جو غیندا لگی انگاروں پر	انیس بکھنوی

ناو کے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تیرے مرغ قبلہ نما آشیانے میں سودا

ماز کی اس کے لب کی کیا کہئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے میر

نہ یک شیخ اتنا بھی وا ہی تنہا ہی
کہاں رحمت حق کہاں بے گناہی "

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے
میرا صبر و قرار جاتا ہے بیک رنگ

نہ چھیرے نکلت باد ہوائِ ادا لگانی
تجھے کھیل گیا سوچی ہیں ہم نیز بیٹھے ہیں انشا

تجھی حال کی چیٹ پیٹی اگر دیکھتے اوروں سے
پر اپنی برائیوں پہ نئی نظر تو نگاہوں کی برا بہادر شاہ ظفر

نہیں قلقل عادیات ہے شیشہ دمدم ساقی
سبو کو خم کو مئے کو میکدہ کو مئے پرستاں کو "

نظر ملا کے کہا مجھ سے میر ساقی نے
حرام کہتے ہیں جسکو یہ وہ شراب نہیں صغیر بلگرامی

نبھاں تھا دام سخت قریب آشیان کے
ارنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے غالب

نہ پھول تھے نہ چمن تھا نہ آشیانہ تھا
چھٹے اسیر تو بدلا سوا زمانہ تھا مست علی دہر

نہ دیا ہا مجھے لذت آزار نے چین
دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا شیفیتہ

نہیں تیرا شبنم قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہ ہیں، بسیر اگر پہاڑوں کی چٹانوں پر اقبال

کہیں جہاں ملی جوا ملی تو کہا ملی
مرجرم خاطر اب کو ترے غوبندہ نواز میں "

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسمان کیلئے
جہاں تیسے لئے تو نہیں جہاں کے لئے "

نہ کرتا ستم ہم درد مند و پر کہ دنیا میں	مباد ایک قلم اٹھ جائے تہذیب و فاداری	حسرت مومانی
تمو در انتشار دل ہے سب دنیا و مافیہا	زمانے بھر کی آبادی ہے وراثی مرے گھر کی	سلیم پانی پتی
نہ آفریب کہ پروردہ فنا ہوں میں	منا ہے برق کے ننگوں سے آتیاں صبا	فانی بدایونی
نشان منزلِ جاناں ملے نہ ملے	مرے کی چیز ہے یہ ذوقِ جستجو میرا	دشت گلشنوی
نام منصور کا قسمت اچھا لا ورنہ	ہے یہاں کو ناسحق گو کہ سردار نہیں	آرزو بکھنوی
نیازِ عشق کو سمجھا ہے کیا لے اعطاد	ہزار دین گئے کعبے جہیں میں جہار کھدی	اصغر گوندوی
نگاہِ مہر سے ہے آفتابِ عالم پاک	حقیر خاک کے ذروں کو جگمگاتا جا	سراج بکھنوی
نہ ہا کوئی اداسِ حینانِ جہاں	سر نہ انوہیں سینا جہا میرے بعد	جوش ملیح آبادی
نظرِ سو خواہ کتنی ہی خفا کی آشنا بھر بھی	ہجومِ کشمکش میں آدمی گھبرائی جاتا ہے	”
ناگن کوئی بل کھاتی ہے پیہم کہ ہوا ہے	وہ رقت کن زیر شکن کھیل رہی ہے	فراق
نیرنگِ وزگار میں کیفِ دوام دیکھ	ساقی کی سست آنکھ سے گردش میں جام دیکھ	”
نہ اسکے دامن میں الجھانے میر دامن سے یہ ہی انگا	ہوا میرا نگار گیا، جوشِ شربت بجھا ہی ہے	مضطر خیر آبادی
نہ دل میں لہو ہے نہ آنکھوں میں آنسو	نعموں کی بخوری ہوئی آستیں ہوں	منظر بکھنوی
نادا ہسی یہ اتنے بھی نادان نہیں ہیں ہم	خود ہم نے جا جان کے کتنے فریب کھا	غنیب شادانی
ساز و مطنزِ جام و ماتی نہ بہا چن باقی	نگاہِ شمعِ سحر کے پردے نقشہ این ہے باقی	اختر شیرانی
نہ چل کھلے ہیں نہ مان ملے نہ سے پی ہے	عجیب نگے کے بہار گزری ہے	فیض احمد فیض

و

والے نادانی کہ دقتِ مُگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا خواجہ میر درد
 وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے میر
 وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا پھر اسکے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی
 وصل میں بھی نہیں مجالِ سخن اس رسائی پہ نارسا ہیں ہم منور خاں غافل
 وہ نہیں ہو کر رکھائی جو کل جاؤں گا آج جانا تھا تو صفہ تری کل جاؤں گا آتش
 وہ کہہ گئے تھے کہ آئیں گے ہم چراغِ جلے تمام ارات چراغوں سے انے داغِ جلے ناسخ
 وہ آئیں گھر میں ہمار خدا کی قدرت سے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں غالب
 واعظانہ تم پیونہ کسی کو پلا سکو کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی
 دستِ جنوں کے چلیے صدف کے چین سے پھیلا پاؤں ہم نے گریبانِ چاک میں مومن
 وہ آئے ہیں پشیمان لاش پر اب تجھے لے زندگی لاؤں کہاں سے
 وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حقیر کے زہد کی میں کیا کہوں رات مجھے کس گھر ملے شیفتہ
 واہ کیا اس جگہ کا شوخ ہے نگِ بدن جامہ آبی اگر پہنا گلابی ہو گیا اسیرِ بکنہوی
 وہ بھی آنے کو ہیں قیامت بھی دیکھے کون پیشتر آئے جلیل الکپوری

<p>اقبال سیا اکبر آبادی چلبست اصغر گوندوی شفیق محبوب حفیظ جالندہر آنند نرائن ملہا شوکت بگلہاری منظر لکھنوی فیض احمد فیض شکیل بدایونی شمیم کرمانی نثار واحدی حماد یارہ نیکو ساحر لدھیانوی</p>	<p>دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقیقی بھی چھوڑ دے مری شہتی بھی اک موج روا معلوم ہوتی ہے انہیں کیونکہ سادیا لہ نرنگ کا نشا ہنس سوسن کروں سدا ایک ایک تمنا سے جو وقت ساتھ رہا ہی جو وقت پر سخت گیر بھی کہ دل چرانے کا ان پر گمان نہیں ہوتا مرنے لوں میں نگ بھر دے لہو کو شراب کر دے ہیں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے میسر بننے کو تا سحر تکیہ پر سر رکھنا وہ دنیا چار دن بھی رہنے کے قابل نہ تھی تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے میں سکون دل کی خاطر کوئی دھونڈھوں سہا جو سطح بحر پر دو چار ہاتھ مار آئے وہ زندہ تر ہے جو طوفان میں ٹھیرنا جائے دریہ ہیں لبت دعائیں رکت محبت با جوانی جہاں صبح کے دامن پہ شام ہے ساقی</p>	<p>واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد وہ شدت سے لاطم کی لاج کچھ ہے دریا وہ میں جنکا تھا دید کہ لبہ عرش پہ نام تھا وہ عشق کی عظمت سے شاید تہیں واقف ہیں وہ حقیقت سے باخبر ہے وہی علمد زندگی ہے وہ سب کے سامنے اس دگی سے بیٹھے ہیں وہ سر خوشی کے زندگی کو شباب بہر یاب کر دے وہ کون ہیں جنہیں تو یہ کی مل گئی فرصت وہ کیا جا بھلا ہوتی ہے عیش کی باتیں وہ تو کھئے آپ کی الفت میں دل بہلا رہا وہ ویراں، میکہ خم و ساغر اداس ہیں وہ اگر برائے نہیں تو جہان رنگ و بو میں وہ تو بحر کی باتیں سنا رہے ہیں مجھے وہ زندہ ہے جو بے سوج و وقت کی روی وہ کی شب خوش میں دلچسپ رہے آئیں نہ وہ ہمیں آگیا ہو چاک کرنے پر وہ شب کو</p>
--	--	--

<p>کوثر جاسی جاوید کمال را حیات بکھنوی</p>	<p>تمام سوزش تفصیل واقعات گئی راہ و رسم دلِ ناکام سے ڈرتا ہے بہار کا لطف ہم پوچھو کہ ہم افسوس ہے ہیں</p>	<p>دعویٰ غم اپہری ان کا اہتمام سکوت دیے وجہ اداسی ہی بے نام خلش وہ کیا نہیں نہیں خیر کیا جو گلشن میں ہے ہیں</p>
--	--	---

۷

یاں کی سقیدہ میں ہم کو خل جو سواتنا ہے
 یوسف نہیں جو ہاتھ لگے چند درم میں
 یہ اندر سے اسکی عالم جس نے دیکھا ہوا وہ دم
 یارانِ تیز گام نے منزل کو جالیا
 یہ سن کے نصف شب کو درمیکہ کھلا
 یہ مسجد ہے یہ منجانبہ تعجب اس پہ آتا ہے
 یقین حکم عمل یہیم محبت فاتح عالم
 یہ ہیکلِ راہیہ تھنڈا سماں یہ کیف بہار
 یوں کئی کئی طرح جب مری زندگی کی رات
 یہ کس نے شاخ گل لاکر قریب آئیاں رکھ دی
 یہ حیات عالم خواب ہے نہ گناہ ہے نہ ثواب ہے
 یوں سکرانے جاسی کلیوں میں پر گئی
 یہ عشق نے دیکھا ہے یہ عقل سے پنہاں ہے
 یہاں کو تا ہی دوقبل ہے خود گرفتاری

را کو صبح صبح کیا صبح کو جوں توں شام کیا
 قیمت دو عالم کی ہے بیعنا ہے اس کا
 نیا تیغ قصا میرا لقب ہے قال کی آستیں کا
 ہم محونا لہ جس کا رواں ہے
 مانگتا ہے اک بزرگ تہجد گزار نے
 جناح کا نقش قدم یوں بھی اور یوں بھی
 جہاد زندگانی میں ہیں میروں کی کشمیری
 یہ کوئی وقت ہے پہلو سے اٹھ کے جانے کا
 چھیرے داستانِ غم دل نے مجھے سلا دیا
 کہ میں نے شاخِ گل کی بی بیوں کا ہر کھدی
 وہی غمزدی میں خراب ہے جسے علمِ راز جہاں نہیں
 یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنادیا
 قطرہ میں سمندرِ درہ میں بیاباں ہے
 جہاں بازو سٹپتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

یہ وقت کا انتقام بھی ہے یہ زندگی کا پیام بھی ہے
 یوں زندگی گزار رہا ہوں تم سے بغیر
 یہی تو ہیں دستوں محکم انہی پہ قائم ہے نظم عالم
 یہاں آویزش ہی ٹھہری تو ذرے چھوڑ کر
 یہ انسان نادیدہ الفت کا مارا
 یہ بھی ہے خیال ستانے کے ساتھ ساتھ
 کیس کے آستان پر مجھ کو ذوق سجدے آیا
 یہی شے ہے کہ ابھرتی جو میں بندہ شوق
 یہی ہے مطلع موزوں یہی ہے جان غزل
 یہی شرط شوق کہ صورت تری نہیں دیکھی
 یادِ ماضی عذاب ہے یا رب
 یہاں تورات کی بیداریاں مسلم ہیں
 یہ نیک ہمارا عالم ہے کیوں نکرتے تھکواے ساقی
 یہی ہے گرس کی کلیا کیا جائے کھلتی ہیں
 یہ ہر وہ ماہ و کواکب کی تہم لامحدود
 یہ وہ منزل ہے کہ الیاں بھی گم خاطر بھی گم
 کہ آج خسر کے سر کی ٹوپی کلاہ زور ہو گئی ہے شفیق
 جیسے کوئی گناہ گئے جارہا ہوں میں جگر
 یہی تو ہے زلزلہ آدم نگاہ میری ثواب تیرا جوش
 آدمی خور تیرے دست و گیریاں کیوں نہ ہوں
 خدا جانے کس کس کو بے حدہ کر رکھا
 ہم بھی بدل رہے ہیں زمانے کے ساتھ ساتھ
 کہ آج اپنی جیل اپنی جبین معلوم ہوتی ہے
 یہی بت دن آجائیں خدا ہوتے ہیں عابد
 مری جمال طرازی تمہاری سیم تنی عرش ملیانی
 مگر جبین تری تعظیم کے لئے خم ہے نشتر
 چھین لے مجھ سے حافظہ میرا اختر انصاری
 مگر وہاں جبین انکھڑوں میں خواب نہیں
 محفل تو سونی نہ ہو مجھ کو بھی کچھ آگے گئے
 جو کھلتی ہیں جونتی ہیں دیکھ بھی میں بہاؤ میں خدایا
 صلائے دعوت پروانہ ہے بشر کے لئے حبیب احمد صدیقی
 ملے آوارگی شوق کہ ہر سے گدے تاباں

یہ فکر ہے کہ ان آسوں کی دھوکوں میں
 یہ سب درست شب بھر کی سحر تو ہوئی
 نہیں اور اسکی یہ سستی تری نہیں
 نڈالوں کو چھو اسکودل دے سمجھے ہیں
 یقین عشق نہیں اعتبار حسن نہیں
 یاد ماضی غم امروز امید فردا
 یہ رات یہ سیکراں اندھیرے
 یادش بخیر تھا کبھی دوش پر آفتاب
 یونہی انسانوں کے شہروں میں ملا اپنا وجود
 جس خود فردش عجیب جس ہے حسن
 یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم
 یہ کھنکشان یہ ستارے یہ چاندنی یہ بیمار
 یہ نظم عالم کہ در کس عبر کہ صبح عشرت شام غم ہے
 یاد آئے ہیں اُف گتہ کیا کیا
 یہاں ہے جستجو منزل کی بیکار

تری خود کو کبھی نہیں آگئی تو کیا ہوگا
 مگر شفق میں مرا خون آرزو تو نہیں
 مگر ان کبھی ہے ضد میں ترا وطن یہ مراد وطن
 بگاڑ آئی ہوا زلفیں کسی کی یا سنوار آئی
 یہ وہم کیا مرے دل میں سکھا جاتے ہیں
 کتنے سائے مرے ہمراہ چلا کرتے ہیں
 اک دل کا چراغ جل رہا ہے
 وہ دل جو ایک قطرہ شبنم ہے ان دنوں
 کسی ریزے میں اک کھول کھلا ہو جیسے
 وہ بگئے جو اس کے خریدار ہو گئے
 بھول جاؤ تو فاصلہ ہے بہت
 نگاہ میں نہ اٹھاؤں تو سب کے سب بیکار
 چراغ جلے تھے جن دم وہ روشنی ترس گئی
 ماتھہ اٹھائے ہیں جب دعا کے لئے
 یہاں منزل نہیں ہے راستہ ہے

احسان دانش
 احمد ندیم قاسمی
 آزاد

نثار احمد نثار لاد

راز مراد آبادی
 شمیم کرمانی

ظہیر کاشمیری

خاں بارہ بنگوی

راکھ بکنوی

حسن بریلوی

محمود یاز آواز

عتیق احمد عتیق

جعفر حیات بکنوی

ذکی کا کوروی